رجسٹرڈ ایل نمبر ۱۱۷۹

لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

ھو الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ ودین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ

عسیٰ ان یبعثک ربک مقاماً محموداً

دنیا کے مذاہب پر نظر اور اہل مذاہب کا تشحیذ الاذہان

(یعنی)

رسالہ ریویو آف ریلیجنز اردو

ایڈیٹر۔ قاضی محمد ظہور الدین۔ اکمل

نمبر (۱) | جنوری ۱۹۲۵ء مطابق جمادی الثانی ۱۳۴۳ھ | جلد (۲۴)

فہرست مضامین

مطبع ضیاء الاسلام قادیان میں باہتمام منشی عبد الرحمٰن کشمیری قادیانی پرنٹر و پبلشر چھپکر شائع ہوا

نظم

یہ دلآویز نظم صاحبزادہ حافظ میرزا ناصر احمد صاحب ابن حضرت خلیفۃ المسیح (الثانی) نے لنڈن بھجوائی جہاں سے مکرم مولوی عبد الرحیم صاحب درد کی توجہ کریمانہ نے مجھے پہنچائی ۔

عیسیٰ کو چرخ پر نہ بٹھاتے تو خوب تھا	احمد کو خاک میں نہ سلاتے تو خوب تھا
زندہ خدا سے دل کو لگاتے تو خوب تھا	مردہ بتوں سے جان چھڑاتے تو خوب تھا
قصے کہانیاں نہ سناتے تو خوب تھا	زندہ نشان کوئی دکھاتے تو خوب تھا
اپنے تئیں جو آپ ہی مسلم کہا تو کیا	مسلم بنا کے خود کو دکھاتے تو خوب تھا
تبلیغِ دینِ حق میں لگا دیتے زندگی	بے فائدہ نہ وقت گنواتے تو خوب تھا

دنیا کی کھیل کود میں ناصر پڑے ہو کیوں

یادِ خدا میں دل کو لگاتے تو خوب تھا
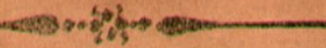
عزیزی عبد الوہاب زاد اللہ علمہ ابن حضرت خلیفۃ المسیح (اول) کی یہ

نظم

اس ڈنر کے موقعہ پر پڑھی گئی جو مکرمی مفتی محمد صادق صاحب نے حضرت خلیفۃ المسیح کی شان میں احباب کرام کو دیا

اے حضرت محمود جماعت کے خلیفہ	اے وہ کہ خلافت میں تری شام نہیں ہے
تو مہرِ جہاں تاب ہے عالم کے فلک کا	کیونکہ میں کہوں فیض ترا عام نہیں ہے
کافی تری مدحت کے لئے اے شہِ خوباں	قرطاس تو کیا صفحۂ ایام نہیں ہے
لیکن ترا مذکور ہے یاں موجبِ رحمت	بے حکم ترے کام جو ہو کام نہیں ہے
بادہ ترا قوموں کیلئے وجہ بقا ہے	آلودہ کسی سم سے ترا جام نہیں ہے
بیتاب ہیں جسکے لئے تو میں میری پیارے	کیا تیرا ہی جلوہ وہ سرِ بام نہیں ہے
ثابت ہوا لوگوں پہ یہ یورپ کے سفر سے	اب دینِ خدا کوئی بجز اسلام نہیں ہے

وہاب نے بخشے ہیں سبھی اپنے خزانے

پھرتا ترے در سے کوئی ناکام نہیں ہے
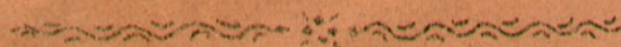
(یہ وہ مضمون ہے جو تصوف پر سلسلہ عالیہ احمدیہ کی طرف سے مذہبی کانفرنس دہلی میں پڑھا گیا) ایڈیٹر

لفظ تصوف کی مختلف تشریحیں کی گئی ہیں جن میں سے دو زیادہ تر مشہور اور در اصل صحیح ہیں۔ صوف عربی زبان میں پشم کو کہتے ہیں لہٰذا صوفی کے معنی وہ شخص ہے جو معمولی درجہ کا کرخت اونی کپڑا پہننے والا ہو تاکہ وہ کپڑا اُسے بیدار اور ہوشیار رکھ سکے۔ دوسرا ماخذ لفظ تصوف کا صفوۃ ہے جس کے معنی صفائی اور پاکیزگی کے ہیں۔ اس توجیہ کی تائید عربی علم صرف کے قاعدہ تقلیب سے ہوتی ہے کیونکہ حقیقی صوفی دل و جان سے اپنے اندرونہ کی صفائی اور تزکیہ نفس میں مشغول رہتے ہیں اور نفسانی خواہشات سے اپنے دلوں کو پاک کرتے ہیں برخلاف عامہ بنی نوع انسان کے کہ جن کی غرض واحد حصول دنیا و لذائذ حیات دنیاوی ہے اس لئے اس برگزیدہ جماعت کو جنہوں نے عام طرق انسانی سے منہ موڑ لیا ہے اور دنیاوی ذرائع کو پس پشت ڈال دیا ہے جماعت صوفیاء کہتے ہیں کیونکہ اس مجاہدہ سے ان کی غرض بجز قلب ہیئت اور تبدیل دل و دماغ کے کوئی دوسری نہیں۔ صوفی اور تصوف کے متعلق مشرق اور نیز مغرب میں بہت کچھ لکھا جا چکا ہے اور اس باب میں خود صوفیوں کی اپنی تحریریں کافی سے زیادہ ہیں اور روز بروز بڑھ رہی ہیں۔ عموماً یہ خیال کیا جاتا ہے کہ تصوف کی پیدائش غیر وطنی ہے۔ اور اسکی اصل زیادہ تر فارسی اور مذہب پیروان بدھ ہے اور اس کے مقاصد اور اسکی تعلیمیں زیادہ تر حقیقی اسلام سے مغائر ہیں لیکن مدت دراز کے میل جول اور باہمی تاثرات کے باعث تصوف اسلام میں چلا آیا۔ یہ بیان حقیقت سے کوسوں رہے ہے۔ پروفیسر نکولسن کو جنہوں نے تصوف کا گہرا مطالعہ کیا ہے اس امر کا اقرار کرنا پڑا ہے کہ یہ اصول غیر مستحکم ہے فیسر مذکور کہتے ہیں کہ موجودہ تحقیقات اس بے تحقیق اصول کو پایہ اعتبار سے گرا دیتی ہے کہ تصوف آریہ خیالات کے خانہ اسلامی خیالات کے مقابلہ میں پلٹا کھانے کا ردِ عمل ہے اور درحقیقت ہندوستانی اور فارسی خیالات کا نتیجہ ہے فیسر مذکور پھر آگے چلکر کہتے ہیں کہ اگر تصوف بجز اسکے کچھ نہیں کہ یہ صرف آریہ خیالات کے انقلاب کا نام ہے تو اس کی کیا یہ ہوگی کہ بعض صوفیائے کبار شام اور مصر کے رہنے والے تھے اور عربی النسل تھے اُن کا خیال ہے کہ اسلامی الٰہیات فلسفہ و سائنس اُسوقت نمایاں ترقی کر چکے تھے جب اسلام ابھی ہندو اور بدھوں کے مذاہب سے ملاقی بھی نہ ہوا تھا

تھا میں سمجھتا ہوں دراصل تصوف اور مذہب بدھ میں بعد المشرقین ہے ایک بدھ مذہب کا پیرو اپنے نفس کو خود اخلاقی تعلیم دیتا ہے لیکن صوفی خداوند تعالیٰ کو پہچان کر اور اُس سے محبت کر کے اخلاق حمیدہ سیکھتا ہے۔

حقیقت تو یہ ہے کہ یہ فارسی یا آرین ردِّ عمل کی تھیوری بہ نسبت اصلی اور بہترین مسائل تصوف کے واقعیت سے مطلق مطابق نہیں ہے فارسی یا آریہ عناصر نے اسلامی علوم قواعد اصول قوانین تفاسیر وغیرہ میں ایسا نمایاں اثر دکھایا ہے کہ تصور کی خوش گن پرواز ان علوم کو یونانی یا ہندوستانی اثر کے نیچے سمجھا نا پسند بھی نہیں کرتی۔ صرف یہ خیال کہ اہل فارس نے تصوف میں نمایاں ترقی حاصل کی ہے ہرگز اس امر کا ثبوت نہیں کہ تصوف کی اصل فارس ہے بالخصوص جب ہم دیکھتے ہیں کہ تار و پود تصوف بالکل اسلامی ہیں۔ یونانی اور مصری تھیوریاں محض غیر متعلق اور خارج از بحث ہیں اور اسی طرح یہ امر بھی خلاف واقعہ ہے کہ تصوف میں عیسائیت کے کچھ عناصر ہیں۔ بالفاظ مصنف رسالہ مسٹکس آف اسلام کسی تاریخی علاقہ کے قائم کرنے کے لئے صرف یہ کافی نہیں کہ ہم انکی مشابہت کا ثبوت بہم پہنچائیں بلکہ ساتھ ہی ساتھ یہ بھی دکھانا ضروری ہے کہ ب کا الف کے ساتھ ایسا لگاؤ ہے کہ تعلق مفروضہ انکے درمیان ممکن ہے اور یہ کہ وہ ممکن تھیوری واقعات معلومہ مناسبہ کے مطابق ہے۔

صوفیائے کبار کے نزدیک اسلام ہی خدائی مذہب ہے اور جو شخص ایک بال کے برابر بھی اس سے الگ ہوا اُسکی مثال اُس شخص کی ہے جو تاریکی میں بھٹک رہا ہو یا جہالت کے دلدل میں رینگتا ہو۔ صوفیوں کے نزدیک حضرت محمد صلعم کی ذات جامع جمیع کمالات و خوبی ہے آپ بنی نوع انسان کے لئے نمونہ کامل ہیں۔ آپ کا نور تمامی مخلوقات سے پہلے تھا (اوّل ما خلق اللّٰہ نوری) باقی تمام روشنیاں آنحضرت صلعم کے نور کامل کا پرتو ہیں۔ صوفیاء کا عقیدہ ہے کہ سارے انبیاءؑ کا مذہب اسلام ہی رہا ہے فرق صرف مدارج کا تھا ورنہ حقیقت میں سارے مساوی ہیں تمام انبیاءؑ کی تعلیم دو امور پر مشتمل ہے خداوند تعالیٰ کے حق عبودیت کا بجالانا اور بنی نوع انسان کے ساتھ کامل ہمدردی ان ہر دو امور کا مجموعہ اسلام میں ہے جس کے معنی ہیں کہ انسان اللہ تعالیٰ کی رضا کی کامل اطاعت کرے۔ ایک سالک کے لئے محبت پہلا محرک عمل ہونا چاہیئے ان دعاوی کے ثبوت میں صوفیاء قرآن مجید کی سورتیں اور آیتیں اور احادیث نبوی پیش کرتے ہیں وہ حضرت مسیحؑ اور بدھ کے اقوال بھی پیش کرتے ہیں مگر اسلئے نہیں کہ اپنے تعلیمی اصول کی بنا ان حضرات کے اقوال پر رکھیں بلکہ انہیں صرف تائیداً پیش کرتے ہیں۔ مگر صوفیوں کا اقرار ہے کہ محبت میں بھی خود غرضی کی بو ہے اس لئے صوفی کامل وہ ہے جو مقام تسلیم و رضا میں پہنچکر اپنی ہستی کو بالکلیہ فراموش کر دے اور دائمی مجاہدات کے ذریعہ منازل سلوک طے کرے۔ یہ سالک طریقت کی پہلی منزل ہے لیکن تصوف کے اس مفہوم کو پیروان بدھ کے مسئلہ نروان کے ساتھ مشتبہ نہ کرنا چاہیئے۔ صوفیاء کو مسئلہ نروان سے بالکلیہ انکار ہے ہم اس پر آگے چلکر (انشاء اللہ) روشنی ڈالینگے۔

تصوّف کی حقیقت جاننے کے لئے ضروری ہے کہ ہم تاریخ تصوّف کا صوفیائے کرام کے نقطۂ خیال سے مطالعہ کریں میری غرض یہ نہیں کہ ہم ایک جانب دار جماعت کی باتیں تسلیم کر لیں بلکہ اس خیال سے کہ صوفیائے کرام کے معلومات بالکل اچھوتے ہونگے اور انہی حضرات کو داد تصوّف دینے کی سب سے اعلیٰ قابلیت ہے۔ بے شک ہم تاریخی اصول اور تاریخی تنقید سے کام لیں لیکن خاکہ وہی رہنے دیں جو صوفیوں کا اپنا تیار کردہ ہے جیسا کہ ہم نے اوپر بیان کیا ہے صوفیوں کے نقطہ خیال سے جملہ معلّمین عظام دنیا اپنے عہد کے بڑے صوفی تھے اور حضرت محمد صلعم ان سب میں ممتاز تھے آپؐ کی ذات نمونہ تھی اور آپؐ الانسان الکامل تھے اور اسلام تصوّف کی سب سے مکمل شکل کا نام ہے صوفیا کا بیان ہے کہ جسوقت اس الانسان الکامل کا ظہور ہوا دنیا انتہائی توہم پرستی جہالت اور بدکرداریوں میں مبتلا تھی اور عرب کی قوم اس اعتبار سے سب سے بری تھی لیکن اس آسمانی نور کی روشن کرنوں نے انہیں ایسا اعلیٰ درجہ کا خدا ترس اور محبّت الٰہی کا سرشار بنادیا کہ اسکی نظیر دنیا میں نہیں مل سکتی وہ فلک روحانیت کے درخشاں ستارے ہی نہیں بنے بلکہ علوم و فنون کے مشعل بردار بھی ہوئے اُس آسمانی شخصیت کی قوّت کہربائی اور پاک تعلیم کے زیر اثر ہوکر عرب نے انسانی استعداد اور قوّتوں کی حیرت انگیز ترقیاں دیکھیں اور جب ذات پاک وجود کے اس خاکدان دنیا سے رخصت ہونیکا وقت قریب آیا تو عرب میں وہ صلاحیت پیدا ہو گئی تھی کہ اپنے آقا کے اس اصلاح عالم کے کام کو جاری رکھ سکیں پھر دنیا نے انکے ہاتھوں معجزانہ اصلاح کا مشاہدہ کر لیا۔

اس نسل نے اپنا کام کیا اور آنیوالی نسل کے لئے جگہ خالی کر گئی دوسری نسل آئی اور وہ بھی اپنا کام اپنے جانشینوں کے سپرد کر کے چلی گئی۔ اس اثنا میں نئی جماعت اور نئے لوگ صوفیائے کرام کی جماعت میں داخل ہوئے عربی خوان قوم میں حضرت محمد صلعم کا منشاء اچھی طرح سمجھتی تھیں کیونکہ آپ اُنکی زبان بولتے تھے اور آپ کی طرز زندگی اُنہی جیسی تھی علاوہ اسکے ان لوگوں کو مشاہدہ عینی بھی حاصل تھا غیر عرب کے آجانے سے کاموں میں زیادتی ہوئی لہذا شخصی مذاق و مزاج کے لحاظ سے تقسیم عمل بھی ضروری ہوئی عربی خوان یا ان لوگوں نے جنہوں نے عربی کو مادری زبان بنا لیا تھا روایات یا زبان دانی کی کوئی دقّت محسوس نہیں کی ان لوگوں نے اس صوفی اعظم یا اسکے صحابہؓ کو جو اُنہی کے رنگ میں رنگین تھے دیکھا تھا یا ان لوگوں کو دیکھا تھا جنہوں نے صحابہؓ کا زمانہ پایا اور اس طرح گویا ان کو آپ سے ایک حقیقی لگاؤ تھا لیکن غیر عرب کے لئے زبان طرز زندگی روایات اور کلام الٰہی کے مشکلات کا حل نہایت ضروری تھا ان عجمیوں کا جوش اور اخلاص بھی بلا کا تھا پہلے تو انہوں نے اس صوفی اعظم کا مقابلہ کیا اور اس کی مخالفت کی۔ لیکن پھر اُسی کے پُرجوش عاشق بن گئے۔ چنانچہ عرب کے دوش بدوش عجمی بالخصوص اہل فارس نے بھی زبان عربی میں علم قواعد تفسیر فقہ وغیرہ پر ابنائے ملک و نیز رشتہ داروں کے لئے کتابیں لکھیں اس کا نام شقاق یا ردّ عمل نہیں۔ بلکہ یہ وہی ہے جو ہونا چاہیئے تھا۔

ایک دوسری چیز جس کا نمایاں اثر تصوّف پر پڑا وہ مرورِ زمانہ تھا۔ صوفی مورخین لکھتے ہیں اور انکے اس بیان کی تائید انسانی تجاربسے ہوتی ہے کہ مرورِ زمانہ کے ساتھ ساتھ صوفیائے کرام کی روحانی قوت کا اثر بھی کم ہوتا گیا دولت اور اسکے لازمی نتیجے اپنا اثر دکھلانے لگے۔ گذشتہ واقعات افسانوں سے مبدل ہو گئے۔ گذشتہ تجارب شہرت زمانہ کے سامنے دھندلے ہو گئے۔ اور روحانی ترقی کی امیدوں نے نئی شکلیں اختیار کیں انقلاب کی یہ ایک بڑی وجہ تھی۔ لیکن دوسری قدرتی علّتوں کا بھی دخل تھا۔ ہر شخص اپنے ان علوم و فنون کی ضرورتوں پر زور دینے کی خاطر جن سے اسکو دلچسپی تھی اپنی تمام زندگی اسپر وقف کرتا جس کا لازمی نتیجہ یہ ہُوا۔ کہ اس دلچسپ فن کے ساتھ اسے عشق ہو گیا۔ ہر فن پر انفرادی اور شخصی طریقہ پر زور لگایا جاتا اور یہ اصول تقسیم عمل کا عموماً لازمی نتیجہ تھا جب تک وہ صوفیٔ اعظم ان کے درمیان رہا اس تقسیم عمل کا سوال ہی نہ تھا۔ وہ مختارِ کُل تھا اور صفاتِ الٰہی کا مظہر کامل تھا اور اس کے صحابہؓ بھی اسی کے رنگ میں رنگین تھے وہ اس جہان سے رخصت ہو گیا اور اسکے صحابہؓ اور تابعین جو اسی کے رنگ میں رنگین تھے سب گذر گئے۔ پہلے تو تقسیم عمل کا کوئی سوال نہ تھا لیکن اب یہ سوال لابدی اور ناگزیر ہو گیا۔ اس عہد کے صوفیائے کرام نے ان حالات کے فوائد اور مضرّات کو محسوس کر کے اس روحانی تربیت کے کام کو اپنے ذمہ لیا۔ ان کا یہ کام بغرض اعتراض نہ تھا بلکہ مردانِ عمل کی تائید اور انکے کاموں کی تکمیل کیلئے تھا صوفی مورخین بار بار اصرار کے ساتھ دہراتے ہیں کہ صوفیٔ اعظم سیّدنا محمد صلعم میں بہترین خصائل حمیدہ انسانی موجود تھے خواہ ان کا تعلق جسمانی شعبۂ زندگی کے ساتھ ہو خواہ ذہنی یا روحانی کے ساتھ صوفیوں کے نزدیک آپؐ بہترین شعبۂ حیات انسانی کا زندہ اور کامل نمونہ تھے۔ وہ آپؐ کے واقعات زندگی سے ثابت کرتے ہیں کہ آپؐ نے دنیا میں رہ کر دنیا کی طرف سے منہ موڑ لیا تھا جب تک یہ تعلق منشاء الٰہی کے ماتحت تھا آپؐ نے قائم رکھا۔ لیکن آپؐ اس تعلق کو ہمہ وقت قربان کر دینے کے لئے تیار رہتے۔ اگر کسی طرح خداوند تعالیٰ اور آپؐ کے درمیان یہ حائل ہو جاتا۔ کیونکہ صوفیاء کا عقیدہ ہے کہ مذہب اور بالخصوص اسلام کی علّت غائی یہ ہے کہ انسان کا خالق کے ساتھ سچا واسطہ قائم کرے اور انسانی ہمدردی کی تعلیم دے۔ نماز و روزہ۔ حج اور قربانیوں کا اہتمام اس لئے نہیں ہے کہ یہ چیزیں بنفسہا مقصود ہیں بلکہ اسلئے ہے کہ یہ دوسرے مقصد کے حصول کا ذریعہ ہیں مثلاً جہاں قرآن مجید نماز کا حکم کرتا ہے وہاں اس کی غرض بھی بیان کر دیتا ہے کہ ان الصلوٰۃ تنھیٰ عن الفحشاء والمنکر۔ علاوہ اسکے اگر نماز بذاتہٖ مقصود ہوتی تو دوسری جگہ قرآن مجید میں یہ کبھی وارد ہوتا کہ فویل للمصلین الذین ھم عن صلاتھم ساھون یہی حال روزہ کا ہے جس آیت میں روزہ کا حکم ہے اُسی آیت[1] میں یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ روزہ کی یہ غرض ہے کہ انسان

---

[1] یا ایّھا الذین اٰمنوا کتب علیکم الصیام کما کتب علی الذین من قبلکم لعلکم تتقون۔

مُتّقی اور پرہیزگار ہو جائے۔ پھر اسی طرح قربانیوں کو بھی قیاس کرلو۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے[ع۱] کہ جانوروں کا گوشت اور ان کا خون اللہ تعالیٰ تک نہیں پہنچتا بلکہ اللہ تعالیٰ اخلاص اور طہارت باطنی کو جو محرک قربانی ہوتی ہے دیکھتا ہے۔ اسی طرح صوفیائے کرام ہر رکن اسلام کی غرض اور غائیت کی توضیح کرتے ہیں۔ مگر ساتھ ہی ساتھ وہ فرمانِ خداوندی کو اس کے ظاہری معنی میں بھی بجا لاتے ہیں کیونکہ ان کا مقولہ ہے کہ اگرچہ جان اصل حیات ہے لیکن جان بغیر جسم کے قائم نہیں رہ سکتی۔ ان کے نزدیک جوہر کا تصوّر بدون عرض کے ممکن ہے۔ لیکن یہ بھی سمجھتے ہیں کہ کوئی جوہر بغیر عرض کے قائم نہیں رہ سکتا یہی وجہ ہے کہ ان کا سلوک الکمال وتکمیل کی غرض پر مبنی ہوتا ہے۔ نہ تردید و تنسیخ پر۔ کیونکہ مؤخر الذکر طریقہ اوباشی اور عیاشی کی راہ دکھاتا ہے جس کو وہ بہ نسبت ظاہر بینوں کے کہیں زیادہ نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں ان کا یہ اتفاق اسلامی شعبوں کے دوسرے کارگذاروں کے ساتھ مدّت تک بغیر کسی رکاوٹ کے قائم رہا۔ یہاں تک کہ تنزّل نے ہر شعبۂ اسلام میں اپنا عمل جاری کیا۔ چونکہ یہ حضرات دیانتدار و قانع نگار ہیں۔ اس لئے انہوں نے ان مناقشات کی طرف سے جو انکے اور ظاہر بینوں کے درمیان ہوئے چشم پوشی نہیں کی مگر یہ حالت اسوقت پیدا ہوئی جب دونو فریق حد سے تجاوز کرنے لگے۔ ظاہر داری کے بہترین زمانہ کے اعلیٰ ظاہر دار بہترین زمانہ تصوّف کے صوفیوں کے ہم پلہ تھے اور یہ حالت صدیوں قائم رہی۔ اختلاف کی ابتدا اسوقت ہوئی جب فریقین کے تفرقہ اندازوں نے اپنے اپنے خیالات پر زور دینا شروع کیا۔ اور فریق مخالف کے خیالات کی بدنامی کے درپے ہوئے۔ ہر فریق کے سنجیدہ اصحاب اس حرکت کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ فی زماننا ان ہر دو فریق کی گذشتہ عداوتیں رواداری کے ساتھ مبدّل ہو گئی ہیں۔ گو اب بھی کبھی کبھی دیرینہ عداوتوں کی دبی چنگاریاں تلخ اور ناخوش آیندہ تحریروں میں چمک اٹھتی ہیں

جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہے عین وقت پر تصوّف کی تعلیم و تلقین کو عرب اور غیر عرب بالخصوص اہل فارس نے اپنے ذمہ لیا۔ یہ اسلام کی خوبیاں تھیں جو اہل فارس کو حلقۂ تصوّف میں لے آئیں۔ اور اس مذہب اعظم کے دوسرے شعبوں کے ساتھ ان لوگوں نے اس روحانی پہلو کو بکمال اشتیاق اختیار کیا۔ اگر ان کی غرض تخریب اسلام ہوتی یا انکا عمل بباعث اس قدرتی انقلاب کے ہوتا جس کے موجبات اعلیٰ تہذیب کے مخفی تاثرات ہوتے ہیں تو پھر اسکی توجیہ کیا ہو گی کہ اسلام میں فارسی الاصل محدثین مثل امام محمد ابن اسمٰعیل بخاری مسلم ابن حجاج نیشاپوری ابو عیسیٰ ترمذی اور امام ابو حنیفہ نعمان اور امام ابو یوسف جیسے فقہا اور یعقوب سیبویہ اور ابو علی فارسی جیسے نحوی پیدا ہوئے

یہ وہ حضرات ہیں جن کی شخصیت تاریخ اسلام اور اشاعت اسلام میں نمایاں حیثیت رکھتی ہے۔ ایسے مشاہیر کے اجتماع کی نظیر صوفیوں کے حلقے میں بھی ملنی مشکل ہے۔ صوفیاء کرام جہاں مشاہیر عرب کی متابعت پر مباہات کرتے ہیں۔ وہاں ان حضرات کی پیروی کو بھی فخر سمجھتے ہیں۔ علاوہ اس کے بعض مشاہیر فقہا مثل ابو حنیفہ

ع۱ لن ینال اللہ لحومھا ولا دماءھا ولکن ینالہ التقوی منکم (سورۃ الحج)

شافعی اور رابعہ بصری کے مشاہیر صوفیاء بھی ہوئے ہیں۔ کہتے ہیں کہ ضرورت ایجاد کی ماں ہوا کرتی ہے ضرورت ہی ان حضرات کو گوناگوں شعبۂ کمال کی طرف لیگئی۔ مشاہیر اسلام نے مختلف شعبۂ اسلام کی طرف توجہ کی جب ان شعبوں کی ضرورت محسوس ہوئی۔ خلاصہ یہ کہ اہل فارس نے صرف تصوّف ہی کی طرف توجہ نہیں کی بلکہ اُن کی کارگذاریاں دیگر شعبِ اسلامی میں بھی ہر جگہ نمایاں ہیں اگر قرآن مجید کے پڑھنے کی ضرورت محسوس ہوتی تو ان کا نمبر اوّل ہوتا اور اگر روحانی تربیت کی ضرورت ہوتی تو یہ دوسرے لوگوں کے دوش بدوش میدان عمل میں دیکھے جاتے۔ اس کی وجہ کہ اوائل اسلام میں صوفی پروپگنڈا کو کیوں نمود حاصل نہیں ہوا یہ ہے کہ اُس وقت اسکی ضرورت ہی نہ تھی۔ جب کسی قوم کی زندگی پاکیزہ ہوتی ہے اور وہ حقیقت سے آشنا ہوکر میدان عمل میں آتی ہے تو اس وقت اُسے باقاعدہ تعلیم کی ضرورت نہیں ہوتی اگر ایک زبان کسی شخص کی مادری زبان ہو تو اُسے کوئی ضرورت نہیں کہ اس زبان کے قواعد وہ سیکھے لیکن قواعدِ زبان پر اُسوقت زور دیا جاتا ہے۔ جبکہ غیر ملکی لوگوں کو اُسکے سیکھنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ صوفیاء کرام کہتے ہیں کہ نبی کریمؐ کے صحابہؓ کو تصوّف کی تعلیم کی ضرورت نہ تھی کیونکہ وہ علم تصوّف میں کامل تھے اگرچہ ہم دیکھتے ہیں کہ حضرت علیؓ کے زمانہ خلافت میں حضرت علیؓ آپکے بیٹے حسنؓ ابوذر غفاری اور بہت سے دوسرے صحابہؓ اس طرف منہمک تھے اس لئے کہ اس زمانہ میں اجنبیوں کی تعداد بڑھ رہی تھی۔ یہی حالت تابعین اور تبع تابعین کے زمانہ میں رہی۔ لیکن چونکہ مرور زمانہ کے ساتھ ساتھ روحانی شعاعیں بھی ماند پڑتی گئیں اسلئے نئی قوم کے اسلام میں داخل ہونے کے بعد ضرورت محسوس ہوئی اور تصوّف ایک مستقل علم ہوگیا۔ صوفی مصنّفین بالخصوص اہل فارس اس امر کی کہ فارسیوں نے تصوّف کا کیوں محاصرہ کیا ایک اور دلچسپ توجیہ کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ تصوّف مغز اسلام ہے جب اُن کو احساس ہوا کہ صوفیوں کی مخالفت اور اُن کی ایذادہی میں ہم نے بہت بڑی غلطی کی ہے اور ساتھ ہی ساتھ وہ یہ بھی سمجھے کہ اس فضل خداوندی کے انکار سے ہم سخت گھاٹے میں رہے ہیں۔ تب انہوں نے تاسف کے ساتھ جو خلوص اور پشیمانی کا لازمی نتیجہ تھا تلافی مافات کے لئے سعی بلیغ کی۔ اور اگر بعض ان میں سے اپنے عرب ہمعصروں سے سبقت لیگئے تو جائے تعجب نہیں ہے کیونکہ انکا جوش انکی پشیمانی کا نتیجہ تھا۔ بعض نے تو اپنے کاموں میں ایسی سرگرمی دکھائی کہ ان کا شمار صحابہ کرامؓ میں کیا جاتا ہے اُنہوں نے وہی روحانیت پیدا کرنیکی کوشش کی جو صحابہؓ میں پائی جاتی تھی یہی وجہ ہے کہ صوفیاء کرام تصوّف پر لکھتے لکھتے اِن متقدمین صوفیاء کی مدح سرائی میں رطب اللسان ہیں۔

تصوّف کے بنیادی اصول

صوفیاء کہتے ہیں کہ تصوّف کی بنیاد محبّت الٰہی اور بنی نوع انسان کی ہمدردی پر ہے۔ دراصل یہ دونو امور

ایک ہی ہیں یعنی محبّت الٰہی۔ علم الاخلاق واصول فرائض زندگی عبادت اور پاک زندگی اس محبت کا بدیہی نتیجہ ہیں۔ یہ باتیں امور مسلمہ ہیں جن پر صوفی اپنے استقراء یعنی محبّت الٰہی کی بنیاد رکھتا ہے۔ جب انسانی محبّت کی تحریک ہوتی ہے تو معاً عشقِ الٰہی جوش مارتا ہے اور انسانی محبّت کے ساتھ آملتا ہے۔ صوفیاء یہ مشہور حدیث قدسی نقل کرتے ہیں کنت کنزاً مخفیا فاردت ان اعرف فخلقت ادم پھر ایک اور حدیث میں اسطرح آیا ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلعم نے کہ اگر بندہ حرکت کرتا ہے تو خدا اُس کی طرف چلتا ہے اور اگر بندہ خدا کی طرف قدم اٹھاتا ہے تو خدا اُس کی طرف دوڑتا ہے۔ یہ بات یاد رکھنی چاہیئے کہ صوفیاء مسیح بدھ سقراط اور دوسرے لوگوں کے اقوال صرف اپنے عقائد کی تائید میں پیش کرتے ہیں ورنہ اُن کی تعلیم کی بناء خالصتہً قرآن مجید اور احادیث نبوی پر ہے حضرت محی الدین ابن عربی فرماتے ہیں کہ مذہب عشق سے بڑھکر کوئی مذہب نہیں اور اسلام محبّت کا مذہب ہے کیونکہ حضرت نبی کریم صلعم کا نام حبیب اللہ ہے یہی وجہ ہے کہ صوفیاء عشق و محبّت پر اسقدر زور دیتے ہیں۔ حضرت داتا گنج بخش ہجویری کا قول ہے کہ عشق الٰہی ایک صفت ہے جو پرہیزگاروں کے دل میں جاگزین ہوتی ہے جس کا اثر یہ ہوتا ہے کہ وہ ماسوی اللہ کی یاد بھلا دیتے ہیں حضرت بایزید بسطامی کہتے ہیں کہ میں سمجھتا تھا کہ میں خدا پر عاشق ہوں لیکن جب بغور دیکھا تو معلوم ہوا کہ اُس کا عشق میرے عشق سے پہلے تھا۔ حضرت جنید بغدادی محبّت کی یہ تعریف کرتے ہیں کہ عاشق معشوق کے محاسن اپنی ذات میں حاصل کرے بفحوائے حدیث نبوی تخلّقوا باخلاق اللہ۔ امام جلال الدین سیوطی فرماتے ہیں کہ انسان کی محبت دراصل خدا کی محبّت کا پرتو ہے۔ حضرت رابعہ بصری کہتی ہیں کہ اے خدا اگر میں خالصتہً تیرے لئے تیری عبادت کرتی ہوں تو تو مجھ سے اپنا لایزال حسن نہ چھپا۔ اُس کی محبّت مجھ میں داخل ہوئی اور ماسوی اللہ کو نکال بھگایا یہاں تک کہ میرے وجود میں ان کا نام و نشان تک نہ رہا پس اُس کی محبت مجھ میں یکہ و تنہا رہی جیسا کہ وہ خود وحید و یکتا ہے (بایزید بسطامی) ایک لمحہ کے لئے خدا کے وجود کے ساتھ اپنے وجود کو ملا ہوا تصوّر کرنا ازل سے ابد تک عبادت کرنے سے کہیں بہتر ہے (شبلی) آتش جہنم کی گرمی کا خوف بمقابلہ آتشِ فراق کے خوف کے ایسا ہی جیسا ایک قطرہ بحرِ ذخار کے مقابلے میں (ذوالنون مصری)

حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:۔

تُو نے خود روحوں پہ اپنے ہاتھ سے چھڑکا نمک ✦ جس سے ہے شورِ محبّت عاشقانِ زار کا
چشمِ مستِ ہر حسیں ہر دم دکھاتی ہے تجھے ✦ ہاتھ ہے تیری طرف ہر گیسوئے خمدار کا

پروفیسر نکولسن لکھتے ہیں کہ صوفیائے اسلام نے آزادی کلام کی تلقین بہ نسبت اُن راہبوں کے جنکا تعلق

؎ یا ابن آدم ان اتیتنی ماشیا اتیتک هرولا او کما قال (البخاری)

قرون وسطیٰ کے کتھولک گرجا سے کہا کہیں زیادہ کی ہے اور اگر وہ خدا سے بڑھ گئے ہیں تو وہ قابل معافی ہیں کیونکہ اُنکا یہ فعل غائیت جوش پر محمول ہے اُن کی باتیں دلیرانہ اور باوقار تھیں وہ حضرت مسیح اور دوسرے معلّمین مذاہب کے مقولوں کو اپنی تعلیم کی تائید میں پیش کرنے سے کبھی نہیں ہچکچاتے مگر شائد بہتوں کو یہ سُن کر تعجب ہوگا کہ صوفیائے اسلام نے انجیل کے اس مسئلہ کو کہ اللہ تعالیٰ محبت ہے شاذ ہی پیش کیا ہے اُن کا نقطۂ خیال ایسا اعلیٰ ہے کہ اس مسئلہ کو خارج از بیان سمجھتے ہیں انکا عقیدہ ہے کہ محبت خداوند تعالیٰ کے صفات میں سے ایک صفت ہے نہ یہ کہ وہ عین محبت ہے یہی وجہ ہے کہ ہمیشہ وہ قرآن مجید احادیث نبوی اور صوفیائے کرام کے اقوال کا اعتبار کرتے ہیں۔ خداوند تعالیٰ کی دیوت کا خیال اُن کے ہاں نامکمل معلوم ہوتا ہے اس لئے قرآن مجید کی آیت اذکروا اللہ کذکرکم اٰبائکم او اشد ذکرا اُن کے دلوں میں جاگزین ہے ایک دوسری آیت جو انکو بے خود بنا دیتی ہے یہ ہے:۔ ان کنتم تحبّون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ کلام اللہ اور رسول کی محبت اُنکے نزدیک محبت الٰہی کے ہم پلہ ہے اور اُس کا عملاً اظہار ہے یہی وجہ ہے کہ صوفیوں کی تفسیر کے مطابق یہ دونو چیزیں اللہ تعالےٰ سے کبھی جُدا نہیں کی جاسکتیں۔

اس عشق الٰہی کی تکمیل اُسوقت ہوتی ہے جب سالک مقام رضا و تسلیم میں پہنچکر اپنی جملہ خواہشات کو رضائے الٰہی پر قربان کردیتا ہے یہ فقرہ کہ تیری خواہش پوری ہو اسی جذبہ کے اظہار کے لئے بولا گیا تھا دراصل مقام عشق کی یہی اعلیٰ منزل ہے جب صوفیاء مندرجہ ذیل آیات کی تفسیر کرنے بیٹھتے ہیں تو کس بے خودی اور کیسے فصیح الفاظ میں انکی تفسیر کرتے ہیں:۔

(۱) قل ان کان اٰباؤکم وابناءکم واخوانکم وازواجکم وعشیرتکم واموال اقترفتموها وتجارة تخشون کسادها ومساکن ترضونها احبّ الیکم من اللہ و رسوله وجهادٍ فی سبیله فتربصوا حتی یاتی اللہ بامره ۔

(۲) قل انّ صلوٰتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العٰلمین لا الٰہ الا هو ولذٰلک امرت وانا اوّل المسلمین۔

عشق الٰہی اور کمال تسلیم اوّل اور آخر اصول ہیں اور ان صوفیوں کے نزدیک اسلام کی بنیاد ان ہی دو چیزوں پر ہے

منازل تصوّف

تصوّف ترقی کرکے ایک مستقل علم ہوگیا ہے اس میں خصائل انسانی کی سب سے ادنیٰ بات کے بھی مدارج مقرر ہیں

تصوف علم الاخلاق فلسفہ مابعد الطبیعیات علم الاذہان اور روحانیات کا مجموعہ ہے۔ ہر ایک شعبہ تصوف پر تصانیف کا ایک بڑا ذخیرہ موجود ہے اور دقیق مسائل مثلاً ہستی باری تعالیٰ اُس کی وحدانیت نیکی و بدی خدا اور اُس کے صفات ہمہ اوست مخلوق اور غیر مخلوق روح و مادہ حیات و موت وغیرہ پر اس تفصیل اور قابلیت کے ساتھ بحث کی گئی ہے کہ آجکل کے دقیق مسائل علم الاذہان کے مطالعہ کرنیوالے حیران رہ جاتے ہیں ان مسائل کو یہاں بیان کرنا غیر ممکن ہے یہ کہنا کافی ہوگا کہ صوفیائے کرام کے نزدیک یہ مسائل محض دماغی ورزش کی خاطر نہ تھے بلکہ ان بحثوں کا تعلق خاص حیات انسانی کے ساتھ وابستہ تھا اور ان کی زندگیاں اسی لحاظ سے کامیاب گذریں جس خیال کا وہ اظہار کرتے وہ صرف زبانی جمع خرچ نہیں ہوتا اُن کی تمام کوششیں اصلاح نفس کیلئے ہوتیں۔ چونکہ تصوف کو انہوں نے ایک مستقل فن بنایا تھا اس لئے اسکے لئے انہوں نے خاص اصطلاحیں ایجاد کیں۔ صوفی جب تلاش خدا میں نکلتا ہے تو سالک کہلاتا ہے وہ طریقت کے مقامات کو طے کرتا ہوا فنا فی الحقیقت ہو جاتا ہے۔ تصوف کے سات منازل ہیں (۱) توبہ (۲) اجتناب (۳) ترک دنیا (۴) فقر (۵) توکل یا صبر (۶) یقین (۷) جمعیت۔

جب سالک طریقت کے اِن مقامات کو طے کر لیتا ہے تو مقامات معرفت و حقیقت میں پہنچتا ہے۔ یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ صوفیاء کا ترک دنیا وہ نہیں ہے جس کی تعلیم عیسائی راہب یا مذہب بدھ کا پیرو دیتا ہے۔ صوفی حقیقی مسلمان ہے وہ تجرد اور رہبانیت کا قائل نہیں۔ تمام صوفیائے کرام نے تاہل کی خوش آیند زندگیاں بسر کیں۔ ترک دنیا کے یہ معنی ہیں کہ انسان اپنے اُن تمام قویٰ کا جو اللہ تعالیٰ نے بخشے ہیں صحیح استعمال کرے۔ صوفی دنیا میں رہ کر دنیا سے باہر ہے وہ ایک بہادر اور کارگذار کی طرح خطرات کا مقابلہ کرتا ہے اور اپنی ذمہ واریوں سے کبھی جی نہیں چراتا جیسا کہ حضرت نبی کریم صلعم نے فرمایا ہے کہ ایک مجرد انسان جو زندگی کی ذمہ واریوں سے جی چراتا ہے ہرگز اس قابل نہیں ہوتا کہ بڑے بڑے جوابدہی کے کام اُسکے سپرد کیئے جائیں۔

صوفیوں کے تین اور اعلیٰ مقامات ہیں اصل میں مقامات کی بہت سی تقسیمیں ہیں مگر سارے مقامات ان ہی تین کے اندر آجاتے ہیں یہ مقامات فنا، لقا اور بقا ہیں۔ فنا کامل تزکیہ و اصلاح نفس کو کہتے ہیں یہاں تک کہ وجود نفس خدا کے وجود کے سامنے بالکلیہ بھلا دیا جائے۔ ایک کامل کھائے پیئے نماز پڑھے اور روزہ رکھے اسلئے نہیں کہ اُس کی یہ خواہش ہو بلکہ اس لئے کہ وہ ایسا کرنے پر مامور ہے اُسے ہر جگہ خدا ہی کا جلوہ نظر آئے قرآن مجید کہتا ہے کہ عـــہ خدا کی طرف جھکو اور اپنی ہستی اُسکے سپرد کر دو۔ صوفی جب اس کلام الٰہی پر غور کرتا ہے تو اپنی ہستی کو اس طرح اپنے خالق کے اختیار میں چھوڑ دیتا ہے جس طرح مُردہ بدست زندہ۔ صوفی کا نصب العین موتوا قبل ان تموتوا ہے اور اس اصل پر غور کرتا ہے کہ اس لئے بھی دوسری چیزوں کی طرح فنا ہے کیونکہ قرآن مجید فرماتا ہے

عـــہ وانیبوا الیٰ ربکم واسلموا لہٗ (الزمر)

کہ کل من علیہا فان و یبقیٰ وجہ ربّک ذوالجلال والاکرام وہ مر کر حیات سرمدی پاتا ہے۔ اس موت کو اپنی خواہش کے مطابق اپنے نفس پر وارد نہیں کرتا بلکہ صوفیوں کے نزدیک یہ موت قانون الٰہی کے ماتحت وارد ہوتی ہے یہی مقام فنا ہے یا لقاء اللہ کی طرف آنا ہے فنا یعنی حیات مجازی کا اختتام بقاء یعنی حقیقی زندگی کو لازم ہے۔ مولانا رومی نے مندرجہ ذیل اشعار میں اس فنا یا اپنے آپکو مٹا دینے کے درجہ کو خوب بیان کیا ہے:-

چوں پری غالب شود بر آدمی ۔ گم شود از مرد وصفِ مردمی ۔ چوں پری را ایں دم و قانوں بود ۔ کردگار آں پری خود چوں بود

جب ایک پری ایک آدمی پر غالب آجاتی ہے۔ تو وہ انسانیت کے اوصاف کھو بیٹھتا ہے۔ جو کچھ وہ کہتا ہے اس کے القاء سے کہتا ہے۔

ایک ترک کو عربی مادری زبان کی طرح بغیر کسی وحی کے آتی ہے۔ جب وہ اپنے آپ کو کھو بیٹھتا ہے۔ تو وہ زبان کے متعلق سب کچھ بھول جاتا ہے کیونکہ جب علم پری کے اوصاف اور وجود ہو جاتا ہے۔ تو کس طرح آدمی اور وجود کا خالق پری سے کم ہو سکتا ہے۔ اگر یہ اثر اور قانون ایک پری کے معاملے میں ٹھیک ہے۔ تو ہم اچھی طرح سے پری کے خالق کی طاقتوں کا اندازہ کر سکتے ہیں۔ پھر وہ فرماتے ہیں:-

در سخن پرداز از نو یا کہن ۔ تو بگوئی بادہ گفت است ایں سخن

بادۂ را مے بود ایں شر و شور ۔ نور حق را نیست آہنگ و فتور

گرچہ قرآن از لبِ پیغمبر است ۔ ہر کہ گوید حق نگفت او کافر ست

جب وہ (میخوار) پرانی یا نئی شراب کے اثر کے نیچے ہوتا ہے۔ تو وہ بولنا شروع کر دیتا ہے۔ تم کہو گے "یہ شراب ہی ہے جو بولتی ہے"۔ اگر یہ شور اور شر شراب کے نتیجہ میں ہیں۔ تو کیا یہ ممکن ہے کہ خدا کا نور بغیر طاقت ہو۔ گو قرآن نبیؐ کے لبوں سے نکلا ہے۔ کافر وہ ہے جو کہتا ہے کہ خدا نے اسے نہیں بولا (کہا)

برخلاف نروان کے جو صرف فنائے شخصیت کا نام ہے فنائے نفس بقا باللہ کا ذریعہ ہے لیکن بقا باللہ ویدانت کا مسئلہ ہمہ اوست نہیں کیونکہ صوفیاء ہمہ اوست کو نہیں مانتے۔ صوفی پینتھی ازم کا مخالف ہے مولانا رومی جن کے متعلق خیال کیا جاتا ہے کہ وہ ہمہ اوست کے معتقد تھے۔ صاف طور پر اپنے اس مشہور بیت میں اس خیال کی تردید فرماتے ہیں:- (فارسی شعر)

آں انا بے وقت گفتن لعنت است ۔ وآں انا در وقت گفتن رحمت است

ایک بے جا موقعہ پر کہنا کہ میں وہ ہوں (جیسا کہ فرعون نے کہا) یہ لعنت ہے۔ ایک بجا موقعہ پر کہنا کہ میں وہ ہوں (جیسا کہ Hallaaj ابن منصور نے کہا) ایک رحمت ہے۔ لیکن چونکہ وہ جانتا ہے میری روح خالق کے پاس سے آئی ہے اور میرا وجود وجود حقیقی کا پرتو ہے اس لئے اُس کی خواہش ہمیشہ ترقی کرنے کی ہوتی ہے۔ صوفیائے کرام

کبھی نہ بھولے کہ ہم انسان ہیں اور اگر اپنے زمانہ اتصال و تجلی میں کبھی حالت تحیر بھی اُن پر طاری ہوتی ہے مگر انہیں ہمیشہ یاد رہتا ہے کہ ہمارا مقصد حصولِ بقا ہے اور اس خواہش حصولِ بقا کا محرک شوق لقا ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ صوفیائے کرام کبھی حدود شریعت (قوانین) سے باہر نہیں ہونگے۔ ان کے عقائد میں حدود شریعت سے باہر ہونیکا خیال گویا الحاد ہے شیخ سعدی فرماتے ہیں :۔

بزہد و ورع کوش صدق و صفا ❊ ولاکن میفزائے بر مصطفےٰ

صوفیائے کرام تصوّف کے دو اور اعلیٰ مقامات بتاتے ہیں لاہوت اور ناسوت جب صوفی جملہ منازل سلوک کو طے کرکے مقام بقا میں پہنچتا ہے تو وہ مقام لاہوت میں قدم رکھتا ہے جہاں خدا کے سوا کسی کی یاد اس کے دل میں باقی نہیں رہتی وہ ماسوی اللہ کو بالکلیہ فراموش کردیتا ہے اور اپنی ہستی کو خداوند تعالیٰ کی ہستی سے جدا نہیں سمجھتا۔ اس مقام میں اُس کے جملہ افعال اور حرکات خداوند تعالیٰ کے منشاء بلکہ اُس کی رضاء کے ماتحت ہوتے ہیں کیونکہ یہ مقام لا اله الا الله ہے اس حالت میں صوفی کہیں نہیں ہوتا لیکن اللہ تعالیٰ ہر جگہ ہوتا ہے۔ اس مقام کے ابتدائی اور انتہائی درجے ہوتے ہیں یہی صوفیاء کی معراج ہے اور جب صوفی انتہائی بلندی تک پہنچ جاتا ہے تو نیچے اُترنے لگتا ہے اس اُترنے کو تنزّل نہیں کہنا چاہیئے کیونکہ یہ اُتار پہلے چڑھاؤ سے کہیں زیادہ بلند ہوتا ہے۔

یہ حالت ہے جو صوفی پر وارد ہوتی ہے۔ عشق الٰہی منبع جمیع مخلوقات ہے اور یہی عشق الٰہی ان کی تربیت کرتی ہے یہی صوفیا کے دلوں میں پہلے پہل شوق لقا پیدا کرتی ہے اور جب وصال الٰہی ہو جاتا ہے تو صوفی کا وجود پہلا جیسا نہیں رہتا بلکہ وہ خود محبّت ہو جاتا ہے اور اپنے کو ظاہر کرنا چاہتا ہے اس مقام کے متعلّق صوفیائے کرام مندرجہ ذیل مشہور حدیث نبوی کو نقل کرتے ہیں :۔

قال الله تعالےٰ کنت کنزاً مخفیا فاردت ان اعرف فخلقت آدم

لہٰذا جب اس معراج کے بعد صوفی اپنے وجود کو اللہ تعالیٰ کے وجود کے ساتھ ملا دیتا ہے تو صفات الٰہی کی اُس کے ذریعہ تجلّی ہوتی ہے چونکہ محبّت الٰہی ہمیشہ انسانی ضروریات کیلئے رواں رہتی ہے اس لئے صوفی جو اسوقت محبّت الٰہی کا مجسمہ ہوتا ہے عیاں ہوتا ہے اور آخر کار انسانی محبّت کا اظہار کرتا ہے جس کا نام صوفیوں کی اصطلاح میں اطاعت (خدمت) ہے یہ مقام محمد رسول اللہ ہے یعنی صوفی جو اسوقت محمد کا بروز ہوتا ہے رسول اللہ ہو جاتا ہے یہی مجدّد اور نبی کا مقام ہے ان میں سے ہر ایک کے مختلف مدارج اور مقامات ہیں سب سے اعلیٰ مقام محمدی ہے جس کو صوفیاء نورِ محمدی سے تعبیر کرتے ہیں یہاں پر صوفیاء ایک بہت ہی باریک فرق بتاتے ہیں ان کے نزدیک محبّت الٰہی پہلا اور حقیقی محرک ہے لیکن ترقی کا مدار انسانی روح پر موقوف ہے جس کے لئے مجاہدہ کی ضرورت ہے یہ مجاہدہ نفس بتبدیلی روح انسانی بشکل افعال روحانی ہے اس کو مقام تسلیم و رضاء کی طرف لیجاتا ہے جہاں اُسکے تمام حرکات

خدائی ہو جاتے ہیں اس وقت صوفی کے افعال خدا کے افعال ہو جاتے ہیں اس حالت میں سب سے بلند مقام نبی کا ہوتا ہے جہاں نبی صرف افعال الٰہی کا آلہ ہوتا ہے۔

یہ ساری باتیں مقام ناسوت میں حاصل ہوتی ہیں۔ مقام ناسوت کا ایک درجہ بروز ہے۔ صوفیاء کے نزدیک محمدؐ انسان کامل ہے اسی نور محمدی کو کسی نہ کسی رنگ میں پورا کرنے کے لئے دوسرے انبیاءؑ آیا کیئے اور یہ نور اس وقت کامل ہوا جب (سیدنا محمد (فداہ ابی وامی) خود ظاہر ہوا۔ سارے انبیاءؑ جو آپ کے پہلے آئے صرف آپ کے ظلّ تھے اصل خود آپ کی ذات تھی جس طرح کہ یوحنّا کا آنا الیاسؑ کی بعثت ثانی تھی اسی طرح سارے انبیاءؑ آپ کے پیشرو اور آپ کی بعثت کے مناد تھے اور آپ جب آپ خود تشریف لے آئے تو آپ خاتم النبیینؐ ہوئے دوسرے انبیاءؑ صرف آپ کی بعثت کی منادی کرنے آئے تھے اور آپ کے پیشرو تھے اور آقا کی عدم موجودگی میں وہ مختار کُل تھے اس لئے وہ خود مختار انبیاءؑ کہلاتے ہیں۔ لیکن اب جب آقا خود دربار کر رہا ہے اور حکومت میں مشغول ہے تو کوئی خود مختاری کا دعویٰ نہیں کر سکتا ہر نبیؑ کو آپ کے ماتحت ہو کر کام کرنا ہوگا اسی لئے صوفیاء آپ کی شریعت کو آخری شریعت اور آپ کو آخری نبیؐ کہتے ہیں گو ایسے ماتحت انبیاءؑ بے شک پیدا ہوتے رہینگے اس زمانہ میں بھی صوفیاء کے عقائد اور اگلی پیشگوئیوں کے مطابق ایک ایسا نبیؑ پیدا ہوا جو محمد صلعم کا حقیقی بروز ہے اور وہ احمد قادیانی ہے جو مسیح موعودؑ مہدی معہود عیسیٰ ثانیؑ بدھا متریا کرشن ثانیؑ اپنے عہد کا سب سے بڑا صوفی اور حضرت محمد صلعم کا خلیفہ ہے۔

یہاں یہ بیان کر دینا مناسب ہے کہ مسئلہ بروز کو مسئلہ تناسخ یا حلول کے ساتھ مشتبہ نہیں کرنا چاہیئے صوفیاء حلول کے قائل نہیں۔ بروز کا مفہوم یہ ہے کہ ایک شخص دوسرے کی خو بو کے ساتھ آوے جیسا کہ یوحنّا آنیوالا الیاسؑ تھا حالانکہ الیاسؑ مر چکا تھا اور وہ پھر دوبارہ زندہ نہیں ہو سکتا تھا۔ اس آمد ثانی کو صوفیاء بطور استعارہ کے استعمال کرتے ہیں مسیحؑ ثانی یا بدھ ثانی کے یہ معنی نہیں کہ یہ مردہ حضرات پھر دوبارہ زندہ ہو کر پیدا ہوئے ہیں۔ یہ دوسرا شخص بالکل جُدا گانہ ہستی ہوتا ہے لیکن بعض روحانی کیفیتوں میں اپنے اصل نمونہ کا ہمرنگ ہوتا ہے علاوہ اس کے چونکہ ان کے صفات میں ہمرنگی ہوتی ہے اس لئے ان کے خصوصیات بھی بالکل ایک ہوتے ہیں۔ صوفیاء مسئلہ حلول اور تناسخ کے مخالف ہیں اور اُن کو اس عقیدہ سے بھی انکار ہے کہ ایک شخص کی روح دوسرے پر مسلط ہوتی ہے۔

تصوّف اور اسلام

صوفیائے کرام حقیقی مسلمان تھے اُن کی زندگی اور تعلیم کا ماحصل اسلام کے سوا کوئی دوسری چیز نہ تھی اور روحانیات پر زور دینے سے اُن کا مقصد بجز اس کے کوئی دوسرا نہ تھا کہ اسلام کی اصلی اور خالص حقیقت

کی تجدید کی جائے تصوف اسلام کی ایک شکل کا نام ہے تصوف کی کوئی علیحدہ ساخت نہیں اور نہ اسکی کوئی جُدا گانہ ہستی اس کی بقا و فنا اسلام کے ساتھ وابستہ ہے۔

دوسری چیزوں کی طرح تصوف بھی مرور زمانہ کے اثر سے بچ نہ سکا۔ آجکل کے صوفی گو ان کے عقائد کی بنا پُرانے طریقہ پر ہے لیکن ان میں کچھ تبدیلیاں ضرور ہوئی ہیں۔ موجودہ زمانہ کی بعض ریاضت اور تعلیم ابتدائی تصوف جیسی نہیں ترک دنیا کا وجود تجرد اور زاویہ نشینی کے معنی میں صوفیائے کبار کے زمانہ میں نہ تھا۔ اُن کی تعلیم وہی تھی جو اسلام سکھاتا ہے ترک دنیا سے اُن کی مراد ہرگز یہ نہ تھی کہ انسان دنیا کو چھوڑ کر جنگلوں اور پہاڑوں میں نکل جائے اور تعلقات انسانی کو بالکلیہ منقطع کر دے ایسا خیال تصوف کی راہ سے کوسوں دور ہے۔

اسلام اور ابتدائی تصوف کی تعلیم کا خلاصہ یہ ہے کہ انسان کا حقیقی تعلق خداوند تعالیٰ کے ساتھ ہونا چاہیئے۔ بیوی کی خبر گیری اور بچوں کی تعلیم و تربیت انسان کا فرض منصبی ہیں۔ اطاعت آلہی کا غلط مفہوم سمجھ کر یکسوئی کے خیال سے اب صوفیوں نے ترک دنیا کا مسئلہ ایجاد کیا ہے۔ ان کی مثال اس گھوڑے کی ہے جو بغیر بوجھ اور گاڑی کے دوڑتا ہو لیکن بوجھ رکھنے اور جُوا ڈالنے کے ساتھ ہی رُک جاتا ہو اور دولتیاں جھاڑنے لگتا ہو۔ تصوف اور اسلام یہ چاہتا ہے کہ باوجود رکاوٹ اور زدوکوب کے انسان کھڑا ہونا چلنا اور دوڑنا سیکھے تاکہ اُس کے جوہر ذاتی کھل جائیں ان تمام لوگوں کی خبر گیری کرنی دراصل عبادت الٰہی کا ایک جزو ہے یہی وجہ ہے کہ صوفیائے کرام نے اس قانون پر زور دیا ہے کہ لَا رَهْبَانِيَّةَ فِي الْإِسْلَامِ۔ خدا کا تو یہ منشاء ہے کہ انسان ان تمام لوگوں کی خبر گیری کرے۔ لیکن تارک الدنیا راہب ان فرائض کا خیال بھی نہیں کرتا۔ یہ ایک عملی نقص ہے جو بعض طریقہ صوفیائے زمانہ میں پیدا ہو گیا ہے ان کے بعض اعمال میں صوفی اعظم کی تعلیم کی خلاف ورزی ہوتی ہے شریعت ان نقائص کو ہمیشہ رد کیا کرتی ہے۔ ایک اور نقص موجودہ زمانہ کے صوفیوں کے عقائد میں پیدا ہو گیا ہے اور وہ عقیدہ تناسخ و حلول ہے۔

صوفیائے متقدمین نے ان عقائد کی تردید کی ہے۔ بعثت ثانی سے اُن کی مراد مسئلہ بروز ہے۔ بعض صوفیوں میں اگلے صوفیاء کی طاقت و قوت ہوتی ہے اس لئے ان لوگوں نے اِن کے مثیل ہونیکا دعویٰ کیا ہے غلطی سے لوگوں نے اس کو حلول سمجھ لیا۔ حالانکہ صوفیائے متقدمین نے اس کی تردید کی ہے اور اسے بُرا سمجھا ہے۔ اس مثیل کے آنیکا نام بروز ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ ایک شخص کسی کی خو خات یا فتہ کی خو بو لیکر آئے۔ اس کی تائید میں صوفیائے متقدمین حضرت نبی کریمؐ کی ایک حدیث پیش کرتے ہیں۔

لیکن وہ لوگ عین ابراہیمؑ موسیٰؑ وغیرہ نہیں ہیں صرف مشابہت تامہ کی وجہ سے کسی کا کوئی نام رکھدیا جاتا ہے حضرت احمد قادیانی ہمارے زمانہ میں حضرت عیسیٰؑ کی خو بُو کے ساتھ مبعوث ہوئے ہیں۔ اسی لئے آپ کی

بعثت نزول مسیح ہے۔ ان ہی خرابیوں سے بچنے کے لئے صوفیائے کرام نے شریعت کو قائم رکھا اور شریعت کے مطابق ان حضرات نے حلول اور دوسرے عقائد شرک کی تردید کی ۔

مسمریزم اور تصوّف

عموماً تصوّف کو مسمریزم کے ساتھ مشتبہ کیا جاتا ہے اس غلط فہمی کی وجہ مسمریزم اور اصطلاح سر کے معنی میں ظاہری تشابہ ہے لیکن صوفی کا سِرّ وہ نہیں ہے جو مشک کا راز ہے کیونکہ صوفی کوئی بات چھپایا نہیں کرتا۔ سِرّ کا مفہوم حقیقت شی ہے خواہ ظاہری ہو یا باطنی اور چونکہ ہر شخص کے مشاہدہ کی حقیقت اُسی شخص کو معلوم ہوتی ہے اسی لئے کبھی صوفی اپنے مشاہدہ کے بیان سے رُک جاتا ہے کیونکہ یہ وہ چیز ہے جس کے حصول علم کے لئے اُسی شخص کو غور و خوض کرنا پڑتا ہے۔ ایک شخص دوسرے کو اس کی تلقین کر سکتا ہے لیکن رُشد و ہدایت شخصی معاملے ہیں۔ صوفی کی اس روش کے ساتھ اُس میں عادت اخفا پیدا ہو جاتی ہے حالانکہ یہ بات مناسب نہیں ہے پس معلوم ہُوا کہ تصوّف اور مسمریزم جُداگانہ چیزیں ہیں ..

تصوّف میں طریقے

تصوّف کے بہت سے طریقے اور ان کی مختلف شاخیں ہیں ان سب کے اصول اور اعمال ایک ہی ہیں فرق صرف فروعی امور شخصی مذاق کا ہے ان طریقوں کے نام بانی طریقہ کے نام پر موسوم ہیں۔ ان سلسلوں کے متقدمین اور اکابرین کے درمیان کوئی اختلاف نہیں لیکن امتداد زمانہ اور اختلاف مذاق و امزجہ و خصوصیات و فضاء حالات موجودہ کے باعث بعض ایسی رسمیں پیدا ہو گئیں جو ابتدا ً بے ضرر تھیں لیکن بالآخر اختلاف کا باعث ہو گئیں یہاں تک کہ فروعی مسائل سے گذر کر ان کے اصول عمل میں بھی اختلاف پیدا ہو گیا موجودہ سلسلے اسی قسم کے ہیں نہ انہیں شریعت کی پروا ہے اور نہ بانی سلسلہ کی ہدایت کا خیال۔ یہ تنزل اُس وقت پیدا ہُوا جب صوفیاء کا تعلق ان لوگوں کے ساتھ ہُوا جو صراط مستقیم سے بھٹک گئے تھے اور جن کے خیال کا رجحان ہپناٹزم۔ مسمریزم۔ آٹو سجشن یکیوریٹی سجشن کی طرف ہو گیا تھا۔ صوفیائے کرام ان باتوں کی پروا نہیں کرتے تھے گو ان کی تعلیم و رشد کے زمانہ میں یہ چیزیں ان کے پاس خود بخود آجاتیں اور شاید وہ ان سے کام بھی لیتے لیکن یہ چیزیں اُن کا مقصد یا حصول مقصد کا ذریعہ واحد نہیں ہوتیں۔ صوفیائے متاخرین نے روحانیت اور حقیقت کو کھو کر ظاہری چیزوں کی تلاش شروع کی اور ان اجنبی اعمال کے بعض فوری نتائج ظہور میں آئے اور انہوں نے یہ بھی سمجھا کہ ہمارے یہ اعمال دوسرے صوفیائے کرام کے اعمال جیسے ہیں

حالانکہ صوفیائے متقدمین سے یہ خرقِ عادت کے طور پر سرزد ہوتے تھے اس لئے حقیقت چھوڑ کر وہ ان چیزوں میں لگ گئے۔ یہی وجہ ہے کہ ہم صوفیوں میں اکثر مکّاری زور اور فریب پاتے ہیں۔ بعض میں انسان کو سجدہ اولیاء کی قبروں پر شراب چڑھانا ان قبروں کے سامنے رکوع کرنا اور مُردوں اور زندوں کی عبادت جیسی مشرکانہ رسمیں پائی جاتی ہیں۔ بعض اپنے آپکو قیود مذہبی سے آزاد سمجھ کر اپنی خواہشات نفسانی کی پیروی میں کھل کھیلتے ہیں خوش قسمتی سے ایسے لوگوں کی تعداد زیادہ نہیں ہے لیکن اس سے بھی انکار نہیں ہو سکتا کہ خواہ وہ کم ہی کیوں نہ ہوں وہ جماعت کا ایک جزو ہیں لیکن دراصل حقیقی تصوّف یا اسلام کی روح انہیں نہیں پائی جاتی اگرچہ تصوّف میں بہت سے سلسلے اور طریقے ہیں لیکن یہاں ذیل میں بڑے سلسلوں کا ذکر کیا جاتا ہے:۔

(۱) قادریہ۔ بانی شیخ عبدالقادر جیلانی جو اولیاء کاملین میں سے تھے اور جن کے نام کا اثر ابھی تک باقی ہے۔

(۲) نقش بندیہ۔ بانی شیخ بہاءالدین نقش بند ولی کامل تھے اس سلسلہ کے مریدین بھی کثرت سے پائے جاتے ہیں

(۳) چشتیہ۔ بانی خواجہ معین الدین چشتی بلند پایہ کے ولی تھے ہندوستان میں آپکے مریدین بکثرت پائے جاتے ہیں۔

(۴) سُہروردی۔ بانی شیخ شہاب الدین سہروردیؒ یہ بھی ولی کامل تھے اس سلسلے کے مریدین اُن ممالک میں جہاں عربی بولی جاتی ہے بہت زیادہ ہیں۔

ان چاروں کے علاوہ ایک طریقہ جلالی ہے جس کے پیرو مولانا جلال الدین رومی صاحب مثنوی کے معتقدین ہیں اگرچہ اس طریقے کے مریدین زیادہ تر ایشیاء کوچک کے حال قال کرنے والے درویش ہیں لیکن آپکی کتاب مثنوی کا ممالک شرقیہ میں بڑا اثر ہے۔ شاذلی بھی ایک طریقہ ہے جسکا وجود عربستان میں ہے۔ جیسا کہ ہم نے قبل بیان کیا ہے اِن سارے طریقوں کا منبع اور اِن کے اصول ایک ہی ہیں۔ لیکن نئی ریاضتیں مثل دو ازدہ سالہ روزہ و دم کشی و اللہ کی ضربیں اور شیخ کی ذہنی تصویر کے تصور کے اُن کے مجاہدات میں داخل ہو گئی ہیں یہ لوگ تصوّف کے ظاہر اور باطن سے بالکل ناآشنا ہیں۔ جو شخص قاعدہ نشو و نما سے واقف ہے وہ اچھی طرح سمجھ سکتا ہے کہ پودوں کی بالیدگی کے ساتھ بعض گھاس بھی اُگ آتی ہے جس کا بار بار صاف کرنا ضروری ہے قدیم تصوّف مُردہ ہو گیا تھا اس لئے خدا نے ازراہ کرم ایک مالی کو بھیجا ہے تاکہ تصوّف کے کھیتوں کو اُن نقصان رساں جھاڑیوں سے پاک کر دے اور تاکہ روحانیت کا سرچشمہ جو ضرر رساں خس و خاشاک سے گدلا ہو گیا تھا شفاف ہو جائے اور اس چشمے سے آبِ حیات ابل ابل کر اُس زمین کو جو مدّتوں سے بنجر پڑی ہوئی تھی زرخیز بنا دے مبارک ہے وہ جو اس نبیؑ کی سُنے جو عین وقت پر آیا اور وہ نبی احمد قادیانی ہی ہے۔

راقم الحروف کا تعلق قادری نوشاہی سلسلے کے ساتھ ہے اس سلسلے کے بانی محمد حاجی تھے جو گیارھویں صدی ہجری میں گذرے ہیں بوجہ علم و تقویٰ و پرہیزگاری کے ان کی بڑی مقبولیت ہوئی حتیٰ کہ ہندوستان کا کوئی گوشہ ایسا نہیں جو ان کے مریدین سے خالی ہو ان کی وفات کے بعد اس سلسلہ کی خلافت گیارہ پشتوں سے ہوتی ہوئی اس خاکسار کو ملی اور یہ خاکسار بطور ورثہ کے اس کا حامل ہے میری پیدائش اور تعلیم و تربیت خالص تصوف کی فضا میں ہوئی ہے اور میرے خاندان کے دوسرے لوگ عموماً علمی مذاق اور مزاج کے تھے جن کا اس زمانہ کے لوگوں پر بہت بڑا اثر تھا۔

عنفوان شباب ہی سے علمی شغل کے علاوہ مجاہدات اور ریاضات بھی میرا شغل رہا ہے در اصل میری زندگی تحصیل علوم اور ریاضت میں گذری ہے۔ مدت گذری میں نے محسوس کیا تھا کہ ہمارا سلسلہ بھی صراط مستقیم سے دور جا پڑا ہے۔ بجائے تقویٰ و طہارت و پرہیزگاری کی زندگی بسر کرنیکے وہ لوگ اتنے گر گئے تھے کہ اُن میں مشرکانہ رسمیں پیدا ہو گئی تھیں۔ بجائے خداوند تعالیٰ کی محبت کے اُن میں امرد پرستی آگئی تھی اس طریقے کے ممتاز لوگ عبادت اور ریاضت مراقبے اور غور و خوض میں مشغول رہتے تھے اور اُن کی زندگی دوسروں کے لئے مفید تھی وہ خدا اور بنی نوع انسان سے اتنی محبت کرتے کہ اپنے نفس کو بھول جاتے لیکن اب ایک جھوٹی فراموشیٔ نفس بھنگ اور شراب پی کر اور منوم بوٹیوں کے استعمال سے پیدا کی جاتی ہے اگر لوگ خداوند تعالیٰ کی یاد میں بیخود ہو جاتے لیکن یہ لوگ مستی کی بیخودی میں درختوں اور ستونوں کے ساتھ لٹے لٹک کر شور و غل کیا کرتے ہیں بجائے اسکے کہ باہر نکل کر لوگوں کی بھلائی کرتے یہ لوگ اب آوارہ گردی کرتے ہیں چنگ و رباب کے ساتھ رقص و سرود میں مبتلا ہیں۔ اس آوارہ گردی کو یہ لوگ حج اور زیارت کہتے ہیں بجائے محبت الٰہی کے ان کے دلوں میں امرد پرستی آگئی ہے جسکو وہ عشق مجازی کہتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ عشق مجازی عشق حقیقی کا پیش خیمہ ہے اور بغیر اسکے عشق حقیقی حاصل نہیں ہو سکتا یہ باتیں بہتوں کی تباہی کا باعث ہوئیں تصوف کی آڑ میں وہ بہت سے گناہ کا ارتکاب کرنے لگے۔ جس کا نام اخلاق پرہیزگاری تھا وہ اب گر کر ان کے لئے ذلالت اور عیاشی سے بدل گیا۔ ان حالات میں میں خدا کی طرف متوجہ ہوا اور اُس نے از راہ کرم بذریعہ الہام اور کشوف کے مجھ پر ظاہر کیا کہ حقیقی صوفی احمد قادیانی ہے اور چونکہ میرے مطالعہ علمی نے بھی یہی بات بتائی اس لئے میں نے اس امر میں کچھ بھی پس و پیش نہیں کیا کہ اپنی تمام چیزوں کو اس سرچشمۂ ہدایت سے سیراب ہونیکے لئے جو احمد قادیانی کی ذات میں پھوٹ پڑا ہے قربان کر دوں میں نے اس آسمانی شراب اور آب حیات کو نہایت خلوص و عقیدت سے چکھا۔ میں تمام لوگوں کو اس صداقت کی طرف دعوت دیتا ہوں جسے عشق الٰہی نے مجھ پر کھول دیا ہے مبارک وہ جو حق کی پیروی کرتے ہیں۔

حافظ روشن علی۔ رنمل ہندوستان

بہاء اللہ ایرانی کی شریعت جدیدہ

(از مولوی فضل الدین صاحب پلیڈر)

تمہیدی نوٹ علی محمد باب جو اہل بہاء کے مزعومہ مہدی یا قائم آل محمد ہیں۔ انہوں نے جو تعلیم دی تھی۔ وہ اول سے آخر تک ایک نامعقول اور وحشیانہ تعلیم تھی۔ اس لئے ان کے ۱۲۶۶ھ میں قتل کئے جانے کے بعد ۱۲۸۰ ہجری سے مرزا حسین علی المعروف بہاء اللہ نے اس میں بتدریج ردّ و بدل اور ترمیم و تنسیخ کرنی شروع کی جسکی تفصیل کسی دوسرے مضمون میں بیان کیجائیگی۔ لیکن اصل منشاء چونکہ بہاء اللہ کا بھی یہی تھا۔ کہ اسلام کو مٹا کر ایک نئی شریعت جاری کی جائے۔ اس واسطے اس نے بھی جسقدر احکام اپنی کتابوں اور الواح میں لکھے۔ وہ بھی سب کے سب اسلام کے مخالف اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم کے متناقض تھے۔ لیکن اس وجہ سے کہ عام طور پر ان احکام کا جو بہاء اللہ نے اپنی کتابوں میں درج کئے ہیں۔ اہل بہاء کی طرف سے کسی مصلحت کے ماتحت اخفاء کیا جاتا ہے۔ اور بالخصوص مسلمانوں کو بالکل نہیں بتایا جاتا۔ کہ بہاء اللہ نے شریعت اسلامیہ کو منسوخ کر کے کونسی جدید شریعت قائم کی ہے۔ اسواسطے بعض ناواقف مسلمان اس دھوکہ میں رہتے ہیں۔ کہ یہ بھی مسلمانوں کا کوئی خاص فرقہ ہوگا حالانکہ اہل بہاء کو اسلام کے ساتھ کوئی واسطہ اور تعلق نہیں ہے۔ اس لئے مناسب سمجھا گیا۔ کہ بہاء اللہ کی تعلیم کے بعض حصے اس مضمون میں درج کر دیئے جائیں۔ تاکہ ان لوگوں کو جو بہاء اللہ کی تعلیم سے ناواقفی کی وجہ سے مغالطہ میں پڑے ہوں۔ معلوم ہو جائے۔ کہ بہاء اللہ اسلام کی تائید کے لئے نہیں اُٹھا تھا۔ بلکہ اس کا منشاء اسلام کو دنیا سے مٹا دینے اور اپنی ایک جدید شریعت جاری کرنے کا تھا +

بہاء اللہ کا دعویٰ معبودیت اسلام کی پہلی تعلیم یہ ہے کہ دنیا کا معبود (جسکی عبادت کی جائے) اور مسجود (جسکے آگے سجدہ کیا جائے) ایک خدا ہے جو سب کا خالق ہے۔ مگر اس کے مقابلہ میں بہائی تعلیم یہ ہے، کہ حسین علی "خدا" ہے۔ اس کے متعلق مفصل مضمون پہلے لکھا جا چکا ہے۔ جسکی تردید نہ بہائیوں سے ہو سکی۔ اور نہ آئندہ امید (انشاء اللہ) لیکن اس حیثیت سے کہ اس مضمون کے ساتھ بھی اس کا تعلق ہے۔ اور بہاء اللہ کا ادعا ہے۔ کہ وہ معبود اور مسجود ہے۔ اس جگہ بھی بعض حوالجات اسکے متعلق پیش کیے جاتے ہیں۔

طرازات (طراز ششم) صفحہ ۱۳۔ مطبوعہ آگرہ میں بہاء اللہ لکھتے ہیں۔ "انہ انا اللہ لا الٰہ الا انا المہیمن القیوم" تحقیق میں خدا ہوں۔ میرے سوا کوئی خدا نہیں۔ اور میں سب کا محافظ اور سہارا ہوں" اور تجلیات (یعنی تجلی چہارم) صفحہ ۵ میں لکھتے ہیں:۔ انہ انا اللہ لا الٰہ الا انا رب

کل شئ وان ما دونی خلقی ان یا خلقی ایای فاعبدون تحقیق میں خدا ہوں۔ میرے سوا کوئی خدا نہیں۔ میں ہر چیز کا رب ہوں۔ اور جو کچھ میرے سوا ہے۔ وہ میری مخلوق ہے۔ میں حکم دیتا ہوں۔ کہ اے میری مخلوق صرف میری ہی عبادت کرو"

اہل بہا کا معبود بہاء اللہ چنانچہ اسی تعلیم کے مطابق ایک بہائی دیوان نوش صفحہ ۲۳ میں کہتا ہے:۔

رخ سوئے تو آوردم اے مالک جان ابہیٰ ÷ زاں رو کہ تو در عالم معبودی و سلطانی

کہ اے بہاء اللہ جان کے مالک میں تیری طرف اسواسطے متوجہ ہوا ہوں۔ کہ تو دنیا کا معبود اور بادشاہ ہے۔

پھر بہاء اللہ اپنی کتاب مبین میں لکھتے ہیں "لا الہ الا انا المسجون الفرید" کہ کوئی خدا نہیں مگر میں اکیلا (بہاء اللہ) جو قید میں ہوں ÷

بہاء اللہ کے روضہ کی پرستش بہاء اللہ کی اس تعلیم کی وجہ سے بہاء اللہ کے متبعین کا اسکے معبود و مسجود ہونے کے متعلق اسکے اس دنیا سے گذر جانے کے بعد بھی ویسا ہی اعتقاد ہے۔ جیسا کہ اس کی زندگی میں۔ چنانچہ بہائی لوگ اسکے روضہ کو ویسی ہی عزت دیتے ہیں۔ جو بہاء اللہ کو اسکی اس عالم کی زندگی میں دیتے تھے دیوان نوش صفحہ میں بہاء اللہ کے روضہ کو مخاطب کر کے کہا گیا ہے ؎

جز خاک آستان تو مسجود خلق نیست ÷ اے سجدہ گاہ جان و روان روضۂ بہاء

کہ اے روضۂ بہاء جو میری سجدہ گاہ ہے تیرے آستانہ کی خاک کے سوا اور کوئی آستانہ نہیں ہے۔ جس کو مخلوق سجدہ کرے۔" پھر لکھا ہے:۔ ؎

گردیدہ انبیاء رہ مساجد برایں تراب ÷ اے قبلہ گاہ کرّوبیان روضۂ بہاء

کہ اے روضۂ بہاء جو تمام مقرب فرشتوں کا قبلہ گاہ ہے۔ تمام انبیاء نے بھی تیرے اسی آستانہ کی مٹی پر سجدہ کیا ہے۔

اسی دیوان نوش کے صفحہ ۱۴۹ میں پھر یہ کہا گیا ہے:۔

اے مقصد و مقصود زماں روضۂ ابہیٰ ÷ اے معبد و معبود جہاں روضۂ ابہیٰ

اے معنی اسرار نہاں روضۂ ابہیٰ ÷ اے سجدہ گہ عالمیاں روضۂ ابہیٰ

کہ اے بہاء اللہ کے روضہ جو زمانہ کا مقصود اور مراد ہے۔ اور جہان کی عبادت گاہ اور لوگوں کا معبود ہے۔ اور اے روضہ جو تمام پوشیدہ اسرار کی مراد اور مطلب اور دنیا کا سجدہ گاہ ہے"

جیسا کہ بیان ہوا ہے۔ بہاء اللہ کے روضہ کا معبود و مسجود ہونا اس وجہ سے تو ہو نہیں سکتا۔ کہ اس روضہ میں کوئی ذاتی کمالات پائے جاتے ہیں۔ یا اس روضہ میں کوئی الوہیت حلول کئے ہوئے ہے۔ بلکہ اسکی وجہ صرف یہی ہے۔ کہ بہائیوں کا خدا اس روضہ میں مدفون ہے۔ جسے وہ حیّ و قیّوم جانتے اور اپنا معبود و مسجود مانتے ہیں

بہاء اللہ کے دعویٰ الوہیت کی وجہ سے اس کی زندگی میں بھی اس کو سجدہ کیا جاتا تھا۔ اور اس کا طواف ہوتا تھا۔ جیسا کہ مرزا جیر (علی اصفہانی (بہائی) نے بہجۃ الصدور صفحہ ۲۰ میں لکھا ہے ؎ "زائرین زیارت و طواف و تقبیل و سجدہ عتبہ مقدسہ اش نمودہ و نمایندہ اند"۔ کہ بہاء اللہ کے مقدس آستانہ پر زیارت کرنیوالے لوگ سجدہ کرتے اور بوسہ لیتے اور طواف کرتے تھے۔ اور اب بھی ایسا ہی کرتے ہیں"۔

بہاء اللہ کے گھر اور علی محمد باب کی قبر کا سجدہ

چنانچہ عبد البہاء جو بہاء اللہ کا بیٹا اور جانشین تھا۔ اور ایک حد تک روشن خیال بھی سمجھا جاتا ہے۔ وہ بھی اس مرض میں مبتلا رہا۔ بلکہ اس کے ساتھ اس نے شریعت بہائیہ کا یہ حکم بھی بتایا۔ کہ بہاء اللہ کے گھر اور علی محمد باب کی قبر کا بھی سجدہ ہو۔ جیسا کہ بدائع الآثار جلد ۲ صفحہ ۳۷۰ میں (جو عبد البہاء کا سفر نامہ یورپ ہے) لکھا ہے۔ کہ عبد البہاء نے سفر یورپ سے واپس آکر محرم کی صبح کو جو کام کیا۔ وہ یہ تھا۔ "جبین مبین برتراب آستان مقدس سودند" کہ عبد البہاء کوہ کرمل پر گئے۔ اور انہوں نے علی محمد باب کی قبر پر جاکر اپنا ماتھا رگڑا۔ اور لوگوں سے بیان کیا "سجود منصوص کتاب اللہ مخصوص مقام اعلیٰ و روضہ مبارکہ علیا و بیت مبارک است۔ دیگر سجود بجائے جائز نہ" کہ خدا کی کتاب میں (جس سے مراد بہاء اللہ کی کتاب ہے) سجدہ کرنا تین جگہوں کے لئے مخصوص کیا گیا ہے۔ ایک مقام اعلیٰ کا سجدہ (جو علی محمد باب کی قبر کی جگہ ہے) دوسرے بہاء اللہ کے روضہ کا سجدہ۔ تیسرے بہاء اللہ کے گھر کا سجدہ۔ اور یہ کہ ان تینوں جگہوں کے سوا کسی اور طرف سجدہ کرنا ہرگز جائز نہیں ہے"۔ پھر اسی کے ساتھ بدائع الآثار کے اسی صفحہ میں عبد البہاء اور دوسرے اہل بہا کا روضہ کی زیارت کے وقت عطر اور گلاب استعمال کرنا بھی لکھا ہے۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ اہل بہا پرلے درجہ کے مشرک ہیں۔ اور یہ شرک ان میں بہاء اللہ کی وجہ سے پیدا ہوا ہے ؎

بہاء اللہ کے دعویٰ الوہیت بیان کرنیکے بعد اب میں بہاء اللہ کی شریعت کے وہ احکام بیان کرتا ہوں۔ جو اس نے اپنے دعویٰ خدائی کے رنگ میں اسلامی شریعت کے خلاف اہل بہاء کے لئے نازل کیئے ہیں ؎

شریعت بہائیہ میں صرف ماں سے نکاح حرام ہے

قرآن مجید میں جن عورتوں کے ساتھ نکاح کرنا حرام قرار دیا گیا ہے ان کی تفصیل سورۃ النساء میں یہ دیگئی ہے۔ مائیں۔ بیٹیاں۔ بہنیں۔ پھوپھیاں۔ خالائیں۔ بھتیجیاں۔ بھانجیاں۔ رضاعی مائیں (جنہوں نے دودھ پلایا ہو) دودھ شریکی بہنیں۔ ساسیں۔ پہلے خاوند کی اولاد۔ صلبی بیٹوں کی بیویاں۔ دو بہنوں کا ایک ساتھ نکاح۔ جن عورتوں سے باپ نے نکاح کیا ہو۔

لیکن بہائی شریعت میں (جسکے وضع اور ایجاد کرنیوالے بہاء اللہ ہیں) سوائے ان عورتوں کے جنکے ساتھ باپ نے نکاح کیا ہو۔ اور کسی عورت کے ساتھ نکاح کرنا حرام نہیں قرار دیا گیا۔ جیسا کہ وہ کتاب الاقدس میں لکھتے ہیں۔ "قد حرمت

؎ اور بہاء اللہ کے اس دنیا سے گذر جانے کے بعد بھی سجدہ وغیرہ ہوتے ہیں جیسا کہ اسی کتاب بہجۃ الصدور صفحہ ۲۵ میں لکھا ہے

علیکم ازواج اٰباءکم انا نستحی ان نذکر حکم الغلمان "کہ اے اہل بہاء تم پر اپنے باپوں کی منکوحہ عورتیں حرام قرار دیگئی ہیں۔ اور غلاموں کے احکام بیان کرنے سے ہمیں شرم آتی ہے۔ (غلاموں سے مراد بہاء اللہ کی غالباً لونڈیاں ہونگی)

کتاب اقدس کے اس حوالہ سے ثابت ہے۔ کہ اگر بہاء اللہ کے نزدیک باپ کی منکوحہ عورتوں کے سوا دوسری عورتوں سے بھی کوئی عورت ایسی ہوتی۔ کہ اس سے نکاح کرنا حرام ہوتا۔ تو بہاء اللہ صرف باپ کی منکوحہ عورتوں کے ساتھ نکاح کرنے کی حرمت پر اکتفا نہ کرتے۔ بہاء اللہ کا اسکے ساتھ دوسری قرآنی محرمات کا بیان نہ کرنا۔ اور یہ ذکر کرنا۔ کہ میں غلمان کے احکام بیان کرنے سے شرم کرتا ہوں۔ ثابت کرتا ہے۔ کہ اس کے نزدیک دوسری عورتوں سے نکاح کرنا ہر طرح جائز ہے لونڈیوں کے متعلق حیا دامنگیر ہونا۔ اور باقی عورتوں کی حرمت نکاح کا بیان نہ کرنا اس بات کی دلیل ہے۔ کہ بہاء اللہ کے نزدیک ان تمام عورتوں سے نکاح کرنا جائز ہے جن کے ساتھ اسلام کی رو سے نکاح کرنا حرام ہے۔ اگر کتاب اقدس کے سوا بہاء اللہ کی دوسری کتابوں میں بھی یہ تصریح پائی جاتی کہ باپ کی منکوحہ عورت کے سوا فلاں فلاں عورتوں کے ساتھ بھی نکاح کرنا حرام ہے۔ تو یہ جواب دیا جا سکتا تھا۔ کہ اگر کتاب اقدس میں تمام محرمات کا ذکر نہیں آیا۔ تو دوسری کتابوں میں تو موجود ہے۔ لیکن واقعہ یہ ہے۔ کہ بہاء اللہ نے باپ کی منکوحہ عورتوں اور لونڈیوں کے سوا دوسری کسی عورت سے نکاح کرنے کی حرمت بیان ہی نہیں کی۔ اگر کی ہے۔ تو اہل بہاء۔ بہاء اللہ کی کسی کتاب کا حوالہ پیش کریں

دو سے زیادہ عورتیں ناجائز ہیں

اسلامی شریعت کا نکاح کے معاملہ میں ایک حکم یہ بھی ہے۔ کہ انصاف اور عدل کی پابندی کے ساتھ دو سے زائد عورتیں بھی نکاح میں لائی جا سکتی ہیں۔ بشرطیکہ ان کے نکاح سے صرف عیش و عشرت مقصود نہ ہو۔ مگر بہاء اللہ اپنی شریعت میں یورپ کی تقلید اور اپنے بچاؤ کے لئے بیان کرتے ہیں۔ کہ دو سے زائد نکاح کرنا ناجائز ہے۔ چنانچہ کتاب اقدس میں لکھا ہے: "قد کتب اللہ علیکم النکاح ایاکم ان تجاوزوا عن الاثنین...... لا تتبعوا انفسکم انہا الامارۃ بالبغی والفحشاء" کہ اے اہل بہاء نکاح کرنا تم پر فرض کیا گیا ہے۔ مگر دو سے زیادہ ہرگز نہ کیجیو۔ اس کی خلاف ورزی کرکے نفس کی پیروی نہ کرنا۔ جو کہ سرکشی اور بدکاری کا حکم دیتا ہے۔ بہاء اللہ کا اسلامی شریعت کے خلاف مطلقاً یہ حکم دینا کہ کسی صورت میں بھی دو سے زائد نکاح کرنیکی اجازت نہیں ہے۔ اور جو ایسا کرتا ہے۔ وہ نفس پرستی کرتا ہے۔ بہاء اللہ کے غور نہ کرنے کا نتیجہ ہے +

مہر کی مقدار

نکاحوں میں مہر کے متعلق کتاب اقدس میں بہاء اللہ نے یہ حکم دیا ہے "قد قدر للمدن تسعۃ عشر مثقالاً من الذہب الابریز وللقری من الفضۃ ومن اراد الزیادۃ حرم علیہ ان یتجاوز عن خمسۃ وتسعین مثقالاً۔" کہ مہر کی مقدار شہروں

کے لئے اُنیس[۱۹] مثقال سونا ہے - اور دیہات کے لئے اُنیس[۱۹] مثقال چاندی - اور اگر کوئی شخص اس سے زیادہ مہر مقرر کرنا چاہے - تو وہ ۹۵ مثقال[ا] سونا تک شہر والے اور ۹۵ مثقال چاندی تک گاؤں والے زیادتی کر سکتے ہیں - اس سے زیادہ مہر باندھنا حرام ہے - حالانکہ اسلام نے ہر شخص کی طاقت کے مطابق اجازت دی ہے - کہ مہر میں کمی و بیشی دونوں باتیں ہو سکتی ہیں ؛

مسافر خاوند کی بیوی نو ماہ کے بعد نکاح کر سکتی ہے

عورت اور مرد کے متعلق بہاء اللہ نے ایک حکم یہ بھی دیا ہے - کہ اگر کوئی شخص سفر پر جانا چاہے - تو جانے سے پہلے اپنی بیوی سے وقت مقرر کر جائے - اور اگر کسی عذر سے اُس وقت تک واپس نہیں آ سکتا - تو اپنی بیوی کو اس عذر سے اطلاع دے - اور اگر وہ ایسا نہ کرے - تو بیوی کو نو ماہ کے بعد اختیار ہوگا کہ دوسرا نکاح کرے چنانچہ کتاب اقدس میں لکھا ہے " لکل عبد اراد الخروج من وطنه ان یجعل میقاتا لصاحبته فی ایة مدة اراد ..... ان اعتذر بعذر حقیقی فل ان یخبر قرینته و یکون فی غایة الجھد للرجوع الیھا وان فات الامران فلھا تربص تسعة اشھر معدودات وبعد کمالھا لا باس علیھا فی اختیار الزوج " کہ ہر شخص جو اپنے وطن سے باہر جانا چاہتا ہے - اس پر فرض ہے - کہ اپنی بیوی کے ساتھ واپسی کا وقت مقرر کر جائے - اگر اسکو کوئی حقیقی عذر پیش آ گیا ہے - اور وہ واپس نہیں آ سکتا - تو اپنی بیوی کو اسکی اطلاع بھیجدے - اور کوشش کرے - کہ واپس آ جائے - اگر وہ ایسا نہیں کرتا - تو ۹ ماہ کے بعد عورت کو اختیار ہے - کہ دوسرا نکاح کرلے ؛

میاں بیوی ہیں بحالت سفر ناچاقی ہو جائے تو کیا کریں

اسکے ساتھ بہاء اللہ کا یہ بھی حکم ہے - کہ اگر میاں بیوی دونو سفر میں ہیں - اور بحالت سفر ان میں ناچاقی پیدا ہو گئی ہے - تو خاوند پورے ایک سال کا خرچ دیکر بیوی کو اس مقام میں لوٹا دے جہاں سے گئے تھے - جیسا کہ کتاب اقدس میں لکھا ہے " والذی سافر وسافرت معه ثم حدث بینھما الاختلاف فله ان یوتیھا نفقة سنة کاملة ویرجعھا الی المقر الذی خرجت عنه " مطلب اس عبارت کا وہی ہے - جو اوپر درج ہوا ہے - اس لئے دوبارہ ترجمہ کی ضرورت نہیں ؛

تین طلاق کے بعد بھی رجوع ہو سکتا ہے

طلاق کے متعلق بہاء اللہ نے یہ ہدایت دی ہے - کہ اگر میاں بیوی میں رنجش یا کدورت پیدا ہو جاوے - تو ایک سال تک انتظار کیا جائے -

[ا] ہر ایک مثقال قریب ساڑھے چار ماشہ کے ہوتا ہے - منہ

اگر سال گذر جائے۔ اور محبت تازہ نہ ہو۔ تو طلاق میں کوئی حرج نہیں۔ لیکن ساتھ ہی یہ بھی لکھا ہے۔ کہ تین طلاق کے بعد بھی رجوع ہو سکتا ہے۔ حالانکہ اسلام نے کثرتِ طلاق کی برائی کا انسداد کرنے کیلئے حکم دیا ہے کہ ایسے مرد عورت پھر رجوع نہ کریں۔ کتاب اقدس کے اصل الفاظ یہ ہیں۔ "ان حدث بینھما کدورۃ او کرہ لیس لہ ان یطلقھا ولہ ان یصبر سنۃ کاملۃ لعلہ تسطع بینھما رائحۃ المحبۃ وان کملت وما فاحت فلا باس فی الطلاق.... قد نھٰکم اللہ عما عملتم بعد طلقات ثلاث... والذی طلق لہ الاختیار فی الرجوع بعد انقضاء کل شھر بالمودۃ والرضاء مالم تستحصن" کہ اگر میاں بیوی میں رنجش اور کدورت پیدا ہو جائے۔ تو مرد کو سال سے پہلے طلاق نہ دینی چاہیئے۔ ممکن ہے۔ کہ اس عرصہ میں پھر محبت پیدا ہو جائے۔ اگر باہم محبت نہ ہو تو سال کے بعد طلاق دینے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ اور جبتک عورت دوسرا نکاح نہیں کرتی۔ اسوقت تک عورت اور مرد کی باہمی رضامندی سے پھر رجوع ہو سکتا ہے۔ خواہ تین طلاقیں ہو چکی ہوں"

سود کا لینا مباح ہے

سود کے متعلق اسلامی تعلیم یہ ہے کہ وہ مطلقاً حرام ہے اور قرآن مجید میں فرمایا گیا ہے کہ سود کا معاملہ کرنا خدا سے جنگ کرنا ہے۔ مگر بہائی شریعت جس میں ابدی محرمات کے ساتھ بھی نکاح کرنا جائز قرار دیا گیا ہے۔ اس میں سود کے ناجوازی کے کیا معنی تھے۔ سو اسلئے بہاء اللہ نے اپنے آسمان مشیت سے اہل بہا کیلئے یہ حکم نازل فرمایا ہے "فضلاً علی العباد ربا را مثل معاملات دیگر کہ مابین ناس متداول است قرار فرمودیم۔" (اشراقات داشراق نہم) صفحہ ۴۳) کہ ہم نے (بہاء اللہ نے اپنے بندوں (اہل بہاء) پر مہربانی فرما کر سود کو بھی مثل دوسرے معاملات کے جو لوگوں میں مروّج ہیں۔ جائز قرار دیدیا ہے۔ اور اب لوگوں کے لئے جائز ہے کہ سود لیں بھی اور دیں بھی)۔ بہاء اللہ نے سود کے جواز کا جو حکم دیا ہے۔ وہ بالکل انہی الفاظ میں ہے۔ جو خدا تعالیٰ نے زمانہ نبوی کے سود خواروں کا قول قرآن مجید میں نقل فرمایا ہے۔ کہ "انما البیع مثل الربٰو واحل اللہ البیع و حرم الربٰو" کہ جیسا معاملہ بیع ہے۔ ویسا ہی معاملہ سود۔ حالانکہ بیع کو تو اللہ تعالیٰ نے حلال کیا ہے اور سود کو حرام ؎

سونے چاندی کے برتنوں اور ریشمی لباس کے متعلق بہاء اللہ کا حکم

اسلامی شریعت میں ایک حکم یہ بھی ہے۔ کہ سونے چاندی کے برتن مسلمانوں کیلئے استعمال کرنے ناجائز ہیں۔ اور ریشمی لباس مردوں کو پہننا جائز نہیں۔ بہاء اللہ نے کتاب اقدس میں ان کے متعلق بھی یہ حکم دیا ہے کہ انکا استعمال منع نہیں ہے۔ چنانچہ لکھا ہے "من اراد ان یستعمل

اوانی الذهب والفضة لا باس علیہ" کہ جو شخص سونے اور چاندی کے برتن استعمال کرنا چاہے کرے۔ اس پر کوئی گناہ نہیں۔ اور ریشمی لباس کے متعلق حکم دیا ہے "احل لکم لبس الحریر قد رفع اللہ عنکم حکم الحد فی اللباس واللحی" کہ اے اہل بہاء ریشمی لباس کا پہننا تمہارے لئے حلال کیا گیا ہے۔ اور ڈاڑھی اور لباس کے متعلق جو پابندیاں پہلے تھیں۔ وہ اب منسوخ کر دی گئی ہیں ۔

سر منڈوانا منع ہے

تعجب ہے۔ کہ ڈاڑھی کی بابت تو بہاء اللہ نے کوئی پابندی نہیں رکھی۔ مگر سر کا منڈوانا جو شریعت اسلام میں بھی جائز تھا۔ اس کو بہاء اللہ نے ناجائز قرار دیا ہے۔ اور کتاب اقدس میں لکھا ہے "لا تحلقوا رؤسکم قد زینها الله بالشعر" کہ اے اہل بہاء اپنے سروں کو ہرگز مت منڈوانا۔ کہ بالوں سے ان کی زینت ہے ۔

گانے بجانے کی کھلی اجازت

ریشمی لباس پہننے اور سونے چاندی کے برتن استعمال کرنے اور ڈاڑھی کے صفایا اور محرمات کے ساتھ نکاح جائز کرنے کے بعد شریعت بہائیہ میں اگر گانے بجانے کی کھلی اجازت نہ ہوتی۔ تو یہ شریعت نامکمل رہ جاتی۔ اس لئے جناب بہاء اللہ نے کتاب اقدس میں فرما دیا ہے "انا حللنا لکم اصغاء الاصوات والنغمات" کہ اے اہل بہاء ہم نے تمہارے لئے گانا بجانا بھی جائز کر دیا ہے۔ تاکہ تم پر کوئی دشواری نہ رہے۔ یہاں تک کہ اگر نماز میں اشعار پڑھے جائیں۔ تو نماز باطل نہیں ہوگی۔ چنانچہ اقدس میں فرما دیا ہے "لا یبطل الشعر صلوتکم" کہ شعروں کا پڑھنا تمہاری نمازوں کو نہیں توڑیگا ۔

اہل بہاء کا وضو

قرآن مجید میں مسلمانوں کو حکم دیا گیا ہے۔ کہ جب نماز کیلئے تیار ہوں۔ تو وہ باقاعدہ وضو کریں۔ جیسا کہ ہر مسلمان نمازی ادائے نماز کیلئے وضو کرتا ہے۔ مگر شریعت بہائیہ یہ حکم دیتی ہے۔ کہ صرف ہاتھ منہ دھونے کافی ہیں۔ چنانچہ کتاب اقدس میں "اللہ ابہیٰ" کا وظیفہ پڑھنے کیلئے جس قسم کے وضو کا حکم دیا گیا ہے۔ اسی وضو کا حکم نماز کے لئے بھی دیا گیا ہے۔ جیسا کہ کتاب اقدس میں لکھتا ہے "یغسل فی کل یوم یدیہ ثم وجهه ویقعد مقبلا الی الله ویذکر خمسا وتسعین مرة الله ابهی .... کذلک توضؤا للصلوۃ" یعنی نماز پڑھنے کے لئے وضو اس طرح کرو جس طرح اللہ ابہیٰ کا روزانہ وظیفہ ۹۵ مرتبہ پڑھنے کیلئے وضو کرتے ہو۔ جو یہ ہے۔ کہ ہر روز صرف ہاتھ اور منہ دھو لئے جائیں۔ پاؤں کے دھونے اور سر کے مسح کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ ہاں کتاب اقدس میں پاؤں دھونے کے متعلق اسکے ساتھ یہ ہدایت ضرور دیگئی ہے۔ کہ سردیوں میں تیسرے دن اور گرمیوں میں ہر روز ایک دفعہ پاؤں دھو لینے چاہئیں۔ چنانچہ اقدس میں لکھا ہے "اغسلوا ارجلکم کل یوم فی الصیف وفی الشتاء کل ثلاثة ایام مرة واحدة" کہ اے اہل بہاء موسم گرما میں ایک مرتبہ دن میں

اور موسم سرما میں تیسرے دن ایک دفعہ پاؤں دھولیا کرو۔ جس سے ثابت ہے۔ کہ اہل بہار کا وضوء وہ نہیں ہے جسکا اسلام نے حکم دیا ہے ✦

ہوا خارج ہونے سے وضوء نہیں ٹوٹتا

ایک فضیلت اہل بہار کے وضوء میں یہ بھی ہے کہ وہ کسی چیز سے نہیں ٹوٹتا خواہ ہوا خارج ہوجائے یا کچھ اور ہوجائے۔ چنانچہ کتاب اقدس میں تو اقض وضوء کا کوئی بیان نہیں ہے اور نہ کسی اور جگہ بہاء اللہ نے یہ بیان کیا ہے کہ فلاں فلاں چیز سے وضوء ٹوٹ سکتا ہے۔

تیمم کا طریق

پانی نہ ملنے کی صورت میں وضوء کا قائم مقام کتاب اقدس میں یہ لکھا ہے "من لم یجد الماء یذکر خمس مرات بسم اللہ الاطھر الاطھر" کہ جسکو وضوء کے لئے پانی نہ ملے۔ وہ پانچ مرتبہ "بسم اللہ الاطھر" کہہ لے

جنبی پر غسل واجب نہیں ہے

اسلامی احکام کے رُو سے جنبی پر واجب ہے کہ پہلے غسل کرے اور پھر نماز پڑھے لیکن بہائی شریعت میں جائز ہے کہ وہ اسی حالت میں نماز پڑھے یا کوئی اور عبادت بجالائے کیونکہ کتاب اقدس میں کسی جگہ بھی یہ ذکر نہیں ہے کہ جنبی یا محتلم کا کسی وقت بھی نہانا ضروری ہے ✦

نماز کا قبلہ کعبہ نہیں بلکہ عکا ہے

وضوء کرنیکے بعد قرآن مجید کی تعلیم فول وجھک شطر المسجد الحرام کے مطابق مسلمانوں کو حکم ہے۔ کہ نماز پڑھنے کے لیے مسجد حرام (خانہ کعبہ) کی طرف منہ کرکے کھڑے ہوں۔ بخلاف اسکے کتاب اقدس میں بہاء اللہ یہ حکم دیتے ہیں کہ کعبہ کی بجائے عکا کی طرف منہ ہونا چاہیئے۔ چنانچہ کتاب اقدس میں یہ حکم اسطرح درج ہے "اذا اردتم الصلوۃ ولّوا وجوھکم شطری الاقدس المقام المقدس" کہ اے اہل بہار جب تم نماز پڑھنا چاہو۔ تو میری طرف یعنی اس مقام مقدس (عکا) کی طرف منہ کرکے نماز پڑھو۔ اس حکم میں بہاء اللہ نے اسلامی قبلہ کو بدل کر اہل بہار کا قبلہ عکا مقرر کیا ہے۔ جس میں وہ اپنا قید ہوکر رہنا بیان کرتے ہیں۔ لیکن یہ حکم اسوقت تک کے لئے تھا۔ جب تک بہاء اللہ عکا میں زندہ رہیں۔ کیونکہ عکا کا قبلہ مقرر ہونا اس وجہ سے تھا۔ کہ بہاء اللہ اس میں رہتے تھے۔ اسکے بعد جبکہ بہاء اللہ اس دنیا سے گذر جائیں۔ اور انکا آفتاب غروب ہوجائے۔ حکم تھا۔ کہ وہ جگہ قبلہ ہوگی۔ جہاں انکا روضہ ہوگا۔ چنانچہ اسکے متعلق کتاب اقدس کے یہ کلمات ہیں "عند غروب شمس الحقیقۃ والتبیان المقر الذی قدّرناہ لکم" کہ جب بہاء اللہ کا سورج ڈوب جائے۔ تو تمہارے لئے ہم نے قبلہ اس جگہ کو مقرر کیا ہے۔ جہاں میرا ٹھکانہ ہوگا یعنی قبر کی جگہ جیسا کہ بہائیوں کی کتاب دروس الدیانۃ صفحہ ۲۸ میں لکھا ہے "قبلۂ ما اہل بہاء روضۂ مبارکہ است در مدینۂ عکا کہ در وقت نماز خواندن باید رو بروضۂ مبارکہ بایستیم و قلباً متوجہ بجمال قدم جلّ جلالہ و ملکوت الٰہی باشیم و ایں ست آں مقام مقدریکہ در کتاب اقدس از قلم اعلیٰ

نازل شدہ" کہ ہم اہل بہاء کا قبلہ بہاء اللہ کا روضہ ہے۔ جو شہر عکّا میں واقع ہے۔ جس کی طرف نماز ادا کرنے کے وقت ہم کو منہ کرکے کھڑا ہونا چاہیئے۔ اور دل سے ہماری توجہ جمال قدم (بہاء اللہ) اور اس کی بادشاہت کی طرف ہونی چاہیئے۔ کیونکہ کتاب اقدس میں جو بہاء اللہ کے قلم اعلیٰ سے نازل ہوئی ہے۔ بہاء اللہ کے اس عالم سے گذر جانیکی صورت میں یہی (روضہ) ہمارے لئے قبلہ مقرر کیا گیا ہے۔" جس روضہ میں کہ بہائیوں کا خدا بہاء اللہ مدفون ہے۔ جیسا کہ اوپر ثابت کیا گیا ہے۔

اہل بہاء کی تین نمازیں

بہاء اللہ نے جس طرح قبلۂ نماز کو بدل دیا ہے۔ اسی طرح نمازوں کو بھی بدل ڈالا ہے۔ اور کتاب اقدس میں حکم دیا ہے "قد کتبت علیکم الصّلوٰۃ تسع رکعات .... حین الزوال وفی البکور والآصال وعفونا عن عدۃ اخرٰی" کہ اے اہل بہا تم پر صرف ۹ رکعت نماز فرض کی گئی ہے۔ تین رکعت سورج ڈھلنے کے وقت۔ تین رکعت سورج نکلنے کے وقت۔ تین رکعت شام کے وقت۔ باقی جو کچھ ہے۔ وہ ہم نے معاف کیا۔ صبح۔ ظہر۔ شام کی تین نمازوں کے قائم مقام جو یہ تین نمازیں مقرر کیگئی ہیں۔ دروس الدیانۃ صفحہ ۲۵ میں ان کے اوقات کو بزبان فارسی اس طرح بیان کیا گیا ہے۔ "از جملہ احکام الٰہی کہ بر ما فرض و واجب ست حکم نماز ست کہ باید در وقت اشراق شمس یعنی صبح زود۔ و حین زوال یعنی ظہر و ہنگام اصیل یعنی شام بجا آوریم"

اہل بہاء کی نمازوں میں اسلامی نماز کا ایک حرف بھی نہیں پڑھا جاتا

ان تین تین رکعت کی نمازوں میں کیا پڑھا جاتا ہے۔ اور ان نمازوں کے پڑھنے کی کیا ترکیب ہے۔ اس کی تفصیل بہاء اللہ نے اپنی کتاب ادعیہ محبوب صفحہ ۷۶ تا ۸۴ میں درج کی ہے۔ خلاصہ یہ ہے۔ کہ ان نمازوں میں جو کچھ پڑھا جاتا۔ وہ سب کا سب بہاء اللہ کا اپنا تجویز کردہ ہے۔ نہ ان میں سورہ فاتحہ (الحمد شریف) پڑھی جاتی ہے۔ اور نہ قرآن مجید کا کوئی اور حصہ۔ نہ ان میں تشہد ہے۔ اور نہ درود ہے۔ اور نہ کسی اور حصہ نماز میں اسلامی نماز کا کوئی اور کلمہ پڑھا جاتا ہے۔ وہ سب بہاء اللہ کا اپنا ایجاد کردہ اور تجویز کردہ ہے۔ اسلامی نماز کے ساتھ اسکا کوئی بھی تعلق نہیں ہے۔

ارکان نماز میں تبدیلی

کتاب ادعیہ محبوب میں جو ترکیب نماز پڑھنے کی بہاء اللہ نے لکھی ہے۔ اس سے ظاہر ہے۔ کہ ارکان نماز میں بھی بہاء اللہ نے تبدیلی کر دی ہے۔ چنانچہ تین تین رکعت کی جو تین نمازیں اس نے تجویز کی ہیں۔ جن کا اوپر ذکر آچکا ہے۔ ان کے پڑھنے کی جو صورت اس نے لکھی ہے وہ یہ ہے:۔

پہلی رکعت عکّا کی طرف منہ کرکے نمازی کھڑا ہو۔ دائیں بائیں دیکھنے کے بعد بہاء اللہ کے مقرر کردہ الفاظ کہے۔ پھر ہاتھ اٹھا کر ان الفاظ میں جو بہاء اللہ نے مقرر کیئے ہیں۔ دعا کرے۔ پھر سجدہ میں چلا جائے۔ اور بہاء اللہ کے تلقین کردہ الفاظ کہے پھر کھڑا ہو جائے۔ دوسری رکعت کھڑے ہو کر پہلے وہ الفاظ کہے۔ جو بہاء اللہ

نے مقرر کیئے ہیں۔ پھر ہاتھ اُٹھا کر کچھ اور الفاظ کہے۔ جن کی بہاء اللہ نے ہدایت کی ہے۔ پھر ہاتھ اُٹھائے ہوئے تین تکبیریں (بالفاظ اللہ ابہیٰ) کہے۔ اور رکوع کے لئے جھکے۔ اور بہاء اللہ کے مقرر کردہ الفاظ پڑھے۔ پھر رکوع سے کھڑا ہو جائے۔ اور ہاتھ اُٹھا کر ان الفاظ میں دُعا مانگے۔ جو بہائی شریعت میں مقرر کیئے گئے ہیں۔ پھر سجدہ کرے۔ اور وہ کلمات کہے جو سجدہ کے لئے بہائی شریعت میں مقرر ہیں۔ پھر قعدہ میں بیٹھ جائے۔ اور بہاء اللہ کے مقرر کیئے ہوئے الفاظ کہے۔ پھر سیدھا کھڑا ہو جائے۔ **تیسری رکعت** کھڑا ہو کر شریعت بہائیہ کے مقرر کردہ الفاظ کہے۔ پھر تین تکبیریں جس طرح بہاء اللہ نے مقرر کی ہیں۔ کہکر رکوع کرے۔ اور بہاء اللہ کے تجویز کردہ الفاظ کہے۔ پھر کھڑا ہو جائے۔ اور کلمات کہے جو اپنی شریعت میں بہاء اللہ نے مقرر کیئے ہیں۔ پھر تین تکبیریں اُسی طرح جسطرح بہاء اللہ نے ہدایت کی ہے۔ کہکر سجدہ میں چلا جائے اور وہ کلمات کہے۔ جو بہاء اللہ نے مقرر کر دیئے ہیں۔ پھر سر اُٹھا کر قعدہ میں بیٹھ جائے اور بہاء اللہ کے مقرر کردہ الفاظ کہے۔ (نماز ختم)

اس طریقہ نماز سے ظاہر ہے۔ کہ پہلی رکعت میں رکوع اور دوسرا سجدہ نہیں ہے۔ اور دوسری اور تیسری رکعت میں بھی دوسرا سجدہ نہیں ہے۔ ان نمازوں کے قیام۔ رکوع۔ سجدہ۔ قعدہ میں اور دُعاؤں میں کیا پڑھا جاتا ہے۔ اسکی نسبت میں پہلے بیان کر چکا ہوں۔ کہ بہاء اللہ کے اپنے خود ساختہ الفاظ پڑھے جاتے ہیں اسلامی طریق کی نماز کا کوئی کلمہ بھی بہائی نماز میں نہیں آتا ہے۔

اہل بہاء کی نماز خورد و کلاں کا فرق

اہل بہاء میں دو طریقے نماز کے ہیں۔ ایک بڑی نماز جسکی ترکیب اوپر بتائی گئی ہے۔ ایک چھوٹی نماز جس میں بہاء اللہ کے روضہ کی طرف منہ کر کے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ پھر رکوع کرتے ہیں۔ اور رکوع سے سر اُٹھا کر قعدہ میں بیٹھ جاتے ہیں۔ اور ان حالتوں میں وہ الفاظ پڑھتے ہیں۔ جو بہاء اللہ نے مقرر کر دیئے ہیں۔ (دیکھو ادعیہ محبوب صفحہ ۱۸۱ تا ۱۸۴)

اہل بہاء کس کی دعا مانگتے ہیں

یہ بات بھی یاد رکھنے کے لائق ہے۔ کہ جو دُعائیں اہل بہاء نمازوں میں یا نمازوں سے باہر مانگتے ہیں۔ ان دُعاؤں کا سُننے والا اور قبول کرنے والا اُن کے اعتقاد میں بہاء اللہ ہے۔ اور اسی کی درگاہ میں یہ لوگ اپنی دعائیں پیش کرتے ہیں۔ چنانچہ بہائیوں کی کتاب دروس الدیانۃ مطبوعہ عشق آباد صفحہ ۲۹ میں لکھا ہے۔ "چنانچہ ذکر شد در قلب باید متوجہ بجمالِ قدم و اسم اعظم باشیم زیرا مناجات و راز و نیاز ما با او است و شنوندہ جز او نیست و اجابت کنندہ غیر او نہ" کہ دُعا مانگتے وقت ہمارا دل بہاء اللہ کی طرف متوجہ رہنا چاہیئے کیونکہ ہماری دعائیں اور ہماری تمام از و نیاز اسی سے ہیں۔ اسکے سوا ہماری دُعاؤں کو سُننے والا اور قبول کرنیوالا اور کوئی نہیں ہے۔" عبد البہاء نے بھی اپنی زندگی میں اسی بات کی تلقین کی ہے جو دروس الدیانۃ میں درج ہوئی ہے۔ چنانچہ بدائع الآثار جلد ۲ صفحہ ۱۳۹ میں عبد البہاء کا

ایک تار شائع ہوا ہے جو واشنگٹن (امریکہ) کی دو عورتوں کے نام انہوں نے بھیجا تھا اُس میں وہ لکھتے ہیں "من عبد البہاء ہستم حضرت بہاء اللہ بے مثل و نظیر ست کل باید توجہ بہاء اللہ نمائند در دعا۔ این ست مذہب عبد البہاء" کہ میں بہاء اللہ کا بندہ ہوں حضرت بہاء اللہ کی ذات بے مثل بے نظیر ہے سب کو چاہیئے کہ دعاؤں میں اپنی توجہ بہاء اللہ کی طرف رکھیں یہ عبد البہاء کا یہی مذہب ہے۔ چنانچہ اسی کے مطابق مکاتیب جلد ۲ صفحہ ۲۶۷ میں عبد البہاء بیان کرتے ہیں "ہموارہ بدرگاہ جمال مبارک التجا نمائیم و آں یاران رحمانی را موہبت آسمانی خواہم" کہ میں ہمیشہ جمال مبارک (بہاء اللہ) کی درگاہ میں دعا مانگتا ہوں اور ان رحمانی دوستوں کیلئے آسمانی بخشش کا طالب ہوں۔

اس سے بھی ثابت ہو کہ اہل بہاء کے نزدیک حقیقی معبود بہاء اللہ کے سوا اور کوئی نہیں ہے جو کچھ ہے وہی ہے۔ کیونکہ ہر بات جو اسلام میں خدا کی ذات کیلئے مخصوص مانی جاتی ہے۔ اہل بہاء کے نزدیک بہاء اللہ میں موجود ہے۔ دعا مانگی جاتی ہے تو بہاء اللہ سے مانگی جاتی ہے۔ مدد ہے تو بہاء اللہ کی ہے۔ شکر ہے تو بہاء اللہ کا ہے چنانچہ مکاتیب جلد ۲ صفحہ ۱۲ میں عبد البہاء نے تعلیم دی ہے۔ "یقین بدانید کہ در ہر محفلے داخل شوید در اوج آں محفل روح القدس موج می زند و تائیدات آسمانی جمال مبارک احاطہ می کند" کہ اے اہل بہاء جس محفل میں تم داخل ہو یقین رکھو کہ اس محفل میں روح القدس موج مار رہا ہے اور جمال مبارک (بہاء اللہ) کی آسمانی تائیدات احاطہ کیئے ہوئے ہیں۔ گویا حقیقی خدا کی جگہ اب بہاء اللہ کی خدائی ہے جو آسمان سے تائید کرتا اور روح القدس کو بھیجتا ہے۔

اسی طرح مکاتیب کی اسی جلد میں بہاء اللہ کی تائیدات آسمانی کی نسبت عبد البہاء لکھتے ہیں "ملاحظہ نمودید کہ تائیدات جمال مبارک چگونہ احاطہ نمودہ" (صفحہ ۲۴) کہ اے اہل بہاء تم نے دیکھا کہ جمال مبارک (بہاء اللہ) کی تائیدات آسمانی نے کس طرح احاطہ کر لیا ہے۔ پھر صفحہ ۲۷۳ میں لکھا ہے کہ ایسا کیوں نہ ہوتا جبکہ بہاء اللہ کا یہ وعدہ ہے کہ میں تمہارا ناصر اور مددگار ہوں "جمال مبارک بنص صریح در کتاب وعدہ فرمودند "نراکم من افقی الابھی و ننصر من قام علی نصرۃ امری بجنود من الملاء الاعلی و قبیل من الملائکۃ المقربین" نوید فرمودند" یعنی بہاء اللہ نے اپنی کتاب میں یہ بشارت دی ہے کہ میں تم کو اپنی افق اعلیٰ سے دیکھتا ہوں جو شخص میرے دین کی تائید کے لئے کھڑا ہوگا میں اُس کی مدد ملاء اعلیٰ کے لشکروں اور مقرب فرشتوں کی جماعتوں سے کرونگا" ظاہر ہے کہ وہ ذات جس کے تحت حکومت ملاء اعلیٰ اور مقرب فرشتے ہیں وہ صرف خدا کی ذات ہے مگر بہاء اللہ کہتا ہے کہ اب فرشتوں کا نازل کرنا اور ان کے ذریعہ کسی کی مدد کرنا میرے اختیار میں آ گیا ہے جس کے یہ معنی ہیں کہ اب خدائی کا مالک وہی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اہل بہاء میں اب شکر بھی بہاء اللہ کا ہی ہوتا ہے۔

بدائع الآثار جلد ۲ صفحہ ۳۷۳ میں لکھا ہے "پس از جلوس در شکر تائیدات جمال قدم و نصرت و حمایت اسم اعظم نطقے مختصر فرمودہ" کہ عبد البہاء جب سفر یورپ سے واپس آئے اور اپنے گھر پہنچے تو انہوں نے بیٹھنے کے

بعد جمال قدم (بہاء اللہ) کے تائید فرمانے اور اسم اعظم (بہاء اللہ) کی مدد اور حمایت کے شکر میں مختصر سی تقریر فرمائی۔ اگر اہل بہاء کے نزدیک بہاء اللہ خدا نہ ہوتا تو عبد البہاء حقیقی اور سچے خدا کا شکر کرتا نہ بہاء اللہ کا۔ مگر وہ تو اس سے بھی آگے ترقی کرتا ہے اور کہتا ہے کہ ملاء اعلیٰ (فرشتوں کی خاص الخاص جماعت) اور تمام آسمانی مخلوق بھی بہاء اللہ کا ہی شکر ادا کرتی اور اُسی سے ہر بات کی طالب ہے چنانچہ بدائع الآثار جلد ا صفحہ ۳۶۹-۳۷۰ میں لکھا ہے کہ ایک زنانہ انجمن (امریکہ) میں تقریر کرتے ہوئے عبد البہاء نے فرمایا ”ایں انجمن دختران من ست در خانہ دختر من مس کروک لہذا ازیں اجتماع بسیار مسرورم۔ خوب مجلسے ست خیلے نورانی ست محفل روحانی ست انجمن آسمانی نظر عنایت شامل ایں محفل ست و ملاء اعلیٰ ناظر ایں مجلس۔ مناجاتے کہ خواندید شنیدند۔ واز استماع مناجات شما مسرور اند۔ شکر حضرت بہاء اللہ نمائند و گویند اے بہاء اللہ شکر ترا کہ ایں کنیزاں منجذب تو اند و متوجہ بملکوت تو مقصد جز رضائے تو ندارند و مقامے جز خدمت امر تو نجویند اے بہاء اللہ ایں کنیزاں عزیز را تائید فرما و ایں دختران ناسوت را ملکوتی نما ایں قلوب را ملہم کن و ایں ارواح را مستبشر فرما۔ اے بہاء اللہ تہما را تو شمع روشن نما و ایں جانہا را رشک گلزار نفوس را با آہنگی مشغول کن و ملاء اعلیٰ را بہ وجد و طرب آر ہر یک را ستارہ درخشندہ نما تا عالم وجود بہ نورشاں منور شود اے بہاء اللہ قوت آسمانی دہ الہام ملکوتی فرما۔ تائید ربانی نما تا تمام بخدمت تو پردازند توئی رؤف و مہربان و صاحب فضل و احسان“ یعنی عبد البہاء کہتے ہیں کہ یہ میری لڑکیوں کی انجمن ہے مس کروک کے گھر میں اس لئے میں اس اجتماع سے بہت خوش ہوں یہ خوب مجلس ہے نورانی ہے روحانی ہے انجمن آسمانی ہے مہربانی کی نظر اس مجلس کے ساتھ ہے۔ ملاء اعلیٰ (فرشتوں کی خاص جماعت) اس مجلس کو دیکھتی ہے اور جو مناجات (دعائے خاص) اس انجمن نے پڑھی ہے اسکو اس نے سُنا ہے اس مناجات کے سُننے سے وہ جوش ہے اور بہاء اللہ کا شکر کرتی اور کہتی ہے کہ اے بہاء اللہ تیرا شکر ہے کہ یہ لونڈیاں تیری طرف کھینچی گئی ہیں اور تیری بادشاہت کی طرف متوجہ ہیں تیری رضا کے سوا ان کا کوئی مقصد نہیں ہے تیری خدمت کے سوا اپنے لئے کوئی رُتبہ نہیں چاہتیں۔ اے بہاء اللہ ان پیاری لونڈیوں کی مدد فرما۔ ان کو زمینی سے آسمانی بنا۔ ان کے دلوں میں الہام کر۔ ان کی روحوں کو بشارت دے۔ اے بہاء اللہ انکو شمع روشن کر۔ ان کو رشک گلزار بنا۔ سب کو ایک راہ پر لگا دے ہم کو بھی وجد اور خوشی میں لا۔ ہر ایک کو چمکنے والا ستارہ بنا دے تاکہ ان کے نور سے یہ سارا عالم منور ہو۔ اے بہاء اللہ آسمان سے قوت دے اور آسمانی الہام فرما۔ خدائی تائید دکھا تاکہ سب کے سب تیری خدمت میں مشغول ہو جائیں۔ تو نرمی فرمانیوالا اور مہربان اور فضل والا اور احسان والا ہے“ اس عبارت میں عبد البہاء نے پہلے تو یہ بیان کیا ہے۔ کہ ملاء اعلیٰ (آسمان کے خاص فرشتے) بھی بہاء اللہ کا شکر بجا لاتے ہیں اور اس مناجات سے

خوش ہیں جو انجمن میں پڑھی گئی ہے اس کے بعد اُس مفصل دُعا کا ذکر کیا ہے جو ملأ اعلیٰ نے اپنے لیے اور انجمن کے لئے بہاء اللہ سے مانگی ہے۔ اور یہ ظاہر ہے کہ جو کچھ اس دُعا میں ملأ اعلیٰ کی طرف سے بہاء اللہ سے مانگا گیا ہے کہ ان لونڈیوں کی مدد فرما۔ ان کو زمینی سے آسمانی بنا۔ ان کے دلوں میں الہام کر۔ ان کی روحوں کو بشارت دے۔ آسمانی الہام نازل کر۔ خدائی تائید فرما۔

یہ سب وہ باتیں ہیں جو ذات الٰہی کے سوا کسی میں جمع نہیں ہیں پس بہاء اللہ سے ان باتوں کا طلب کرنا اور ملأ اعلیٰ کی طرف سے ایسی دُعا کا نقل کرنا۔ ثابت کرتا ہے کہ اہل بہاء کے نزدیک بہاء اللہ ہی وہ خدا ہے جو دُعا سنتا ہے اور لوگوں کی مدد کرتا ہے اور وہی اس لائق ہے کہ زمین والے بھی اور آسمان والے بھی اسی کا شکر ادا کریں۔

نماز باجماعت حرام ہے

اِسلام میں نماز باجماعت کا جو حکم ہے اسکے ناجائز و حرام ہونے کی بابت باب نے جو تعلیم دی ہے اُس کا ذکر پہلے مضمون میں آچکا ہے۔ بہاء اللہ نے بھی اُسی حکم کو بحال رکھا ہے۔ اور کتاب اقدس میں لکھا ہے "کتب علیکم الصّلوٰۃ فرادی قد رفع حکم الجماعۃ" کہ اے اہل بہاء تمہیں الگ الگ نماز پڑھنے کا حکم دیا جاتا ہے۔ نماز باجماعت کا حکم منسوخ ہو چکا ہے چنانچہ دروس الدیانۃ صد ۲۹ میں بھی بیان کیا گیا ہے۔ "در شریعت ما حکم جماعت نیست ہر کس باید بہ تنہائی نماز بخواند" کہ ہماری شریعت میں نماز باجماعت کا کوئی حکم نہیں ہے۔ ہر شخص کو الگ الگ نماز پڑھنی چاہیئے۔ اس حکم سے اذان کہنا بھی منسوخ ہو گیا۔

شعروں سے نماز نہیں ٹوٹتی

نماز میں اشعار پڑھنے سے نماز نہیں ٹوٹتی۔ کتاب اقدس میں صاف حکم ہے۔ "لا یبطل الشعر صلوٰتکم" کہ تمہاری نمازیں شعر پڑھنے سے باطل نہیں ہوتیں۔

مریض بوڑھے وغیرہ کو نماز معاف ہے

اسلام میں مریض اور بوڑھے کو بھی نماز پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے۔ گو ایک حد تک نماز کے ادا کرنے میں اُن کو سہولت دیگئی ہے۔ مگر شریعت بہائیہ بوڑھے اور بیمار سے نماز بالکل ساقط کرتی ہے کتاب اقدس میں بہاء اللہ تحریر کرتے ہیں "من کان فی نفسہ ضعف من المرض او الھرم عفا اللہ عنہ" کہ جو شخص بیماری اور بڑھاپے کی وجہ سے کمزور ہو اُسے نماز معاف ہے۔ دروس الدیانۃ صفحہ ۲۳ میں بیان کیا گیا ہے۔ کہ بڑھاپے سے مراد ۷۰ سال سے متجاوز عمر کا ہوتا ہے۔ چنانچہ لکھتا ہے "ہر کس بعلت مرض ضعفے و نقاہتے در وجود او پیدا شود تا رفع آں نگردیدہ و صحت و قوتے درا حاصل نشدہ در عمل بہ بعضے اوامر عبادیہ از قبیل نماز و روزہ معفو است و نفوسے کہ بسن ہرم رسیدہ اند کہ مقصود ازاں تجاوز از ہفتاد است آنان نیز معاف اند

وہمچنیں است شخص مسافر وزن حامل ومرضع کہ برایشان حرجے نیست" کہ جس طرح بیمار کو صحت یاب ہونے تک نماز۔ روزہ معاف ہے۔ اسی طرح ۷۰ سال سے متجاوز بوڑھے کو بھی نماز۔ روزہ سے بالکل معافی ہے۔ اور یہی حال مسافر اور حاملہ اور دودھ پلانیوالی عورت کا ہے۔ کہ ان پر بھی نماز۔ روزہ کی کوئی تکلیف نہیں ہے۔

سفری نماز

سفر کی حالت میں بھی اگرچہ اسلام نے نماز کے قصر کرنے کی اجازت دی ہے۔ مگر نماز کی معافی کا کوئی حکم نہیں دیا۔ لیکن شریعت بہائیہ مسافر کو نماز سے فارغ کرتی ہے۔ اور صرف حکم دیتی ہے کہ جس ٹھکانہ پر مسافر نے پہنچنا ہے۔ وہاں پہنچکر آرام کرنے کے بعد جتنے دن جتنا وقت مسافر وہاں رہے ہر نماز کے بدلہ میں ایک سجدہ کر لیا کرے۔ چنانچہ کتاب اقدس میں بہاءاللہ حکم دیتے ہیں "ولکم ولهن فی الاسفار اذا نزلتم واسترحتم المکان الامن مکان کل صلوٰۃ سجدۃ واحدۃ" کہ اے بہائی مردو اور عورتو! سفروں میں تمہارے لئے یہی حکم ہے کہ جب تم امن کی جگہ پہنچ جاؤ۔ اور آرام کرلو۔ تو ہر نماز کے بدلے ایک سجدہ کر لیا کرو۔

تین نمازوں کے سوا اور کوئی نماز بہائی مذہب میں نہیں ہے

صبح۔ ظہر۔ شام۔ تین وقت کی ان تین تین رکعتی نمازوں کے سوا جن کا پہلے بیان ہو چکا ہے۔ بہائی مذہب میں (سوائے نماز جنازہ کے) اور کوئی نماز نہیں ہے۔ کسوف خسوف کے موقع پر یا بعض دوسرے موقعوں پر جو نوافل وغیرہ پڑھے جاتے ہیں۔ شریعت بہائیہ میں وہ سب منسوخ ہیں۔ کتاب اقدس میں بہاءاللہ کا ارشاد ہے "قد عفونا عنکم صلوٰۃ الاٰیات" کہ کسوف خسوف یا دوسرے کسی نشان کے موقع پر جو نمازیں پڑھی جاتی ہیں۔ وہ سب ہم نے منسوخ کردی ہیں۔

روزوں میں تبدیلیاں

ارکان اسلام میں سے ماہ رمضان کے روزے بھی ایک بڑا رکن اسلام کا ہیں۔ جن کے متعلق قرآن مجید میں حکم دیا گیا ہے۔ کہ صبح صادق سے لیکر رات تک کھانے پینے اور مباشرت سے پرہیز کیا جائے۔ اور اگر کوئی شخص مریض یا مسافر ہے تو بعد میں روزے رکھ لے۔ شریعت بہائیہ نے اس میں بھی کئی ایک تبدیلیاں کی ہیں۔ پہلی تبدیلی یہ کی ہے۔ کہ بجائے صبح صادق کے کھانے پینے کی ممانعت طلوع آفتاب سے رکھی ہے (مباشرت کی ممانعت کا حکم میری نظر سے نہیں گذرا) جیسا کہ کتاب اقدس میں لکھا ہے "کفوا انفسکم عن الاکل والشرب من الطلوع الی الافول" کہ روزوں میں طلوع آفتاب سے لیکر غروب آفتاب تک اپنے آپکو کھانے پینے سے روکے رکھو۔ اسی حکم کا فارسی زبان میں دروس الدیانۃ صفحہ ۲۵ میں یہ ترجمہ کیا گیا ہے۔ "روزہ ماہ در شہر علاء مقرر شدہ و حکم آں از طلوع آفتاب تا غروب آفتاب است کہ در ظرف ایں زمان باید از خوردن و آشامیدن امساک نمائیم" کہ ہم اہل بہاء پر علاء

مہینہ کا روزہ فرض کیا گیا ہے۔ جو طلوع آفتاب سے شروع ہو کر غروب آفتاب پر ختم ہو جاتا ہے۔ اتنے وقت میں ہم اہل بہاء کو چاہیئے کہ کھانے اور پینے سے رکے رہیں۔ دوسری تبدیلی روزوں میں بہاء اللہ نے یہ کی ہے کہ پورے مہینہ ۲۹ یا ۳۰ دن کے روزے اس شریعت میں نہیں رکھے گئے۔ صرف ۱۹ دن کے روزے مقرر کئے گئے ہیں۔ جیسا کہ کتاب مبین صفحہ ۴۷ میں بہاء اللہ کا صاف حکم ہے "قد کتبنا الصوم تسعۃ عشر یوماً فی اعدل الفصول" کہ ہم نے موسم بہار کے ۱۹ روزے تم پر فرض کئے ہیں۔ گویا روزوں کا جو مہینہ اسلام میں مقرر تھا۔ اسکو بھی اُڑا دیا گیا ہے۔ اور ۲۹ یا ۳۰ روزوں کے بدلے صرف ۱۹ روزے رکھے گئے ہیں۔ تیسری تبدیلی بہاء اللہ نے یہ کی ہے۔ کہ اسلام میں مریض اور مسافر کو جو ماہ رمضان کے بعد روزے رکھ لینے کا حکم تھا۔ اسکو بھی بہاء اللہ نے منسوخ کر دیا ہے اور کتاب اقدس میں لکھا ہے "لیس علی المسافر والمریض" کہ مریض اور مسافر پر روزے بالکل نہیں ہیں۔ حائضہ کے متعلق بھی کتاب اقدس میں لکھا ہے "عفا اللہ عن النساء حین ما یجدن الدم الصوم" کہ عورتوں کو ایّام حیض کے روزے بالکل معاف ہیں۔

اہل بہاء کے ۱۹ مہینے

اوپر اس بات کا ذکر آیا ہے کہ اہل بہاء علاء مہینہ میں روزہ رکھتے ہیں اور نیز آئندہ بھی اہل بہاء کے بعض مہینوں کا نام آئیگا۔ اس لئے اس جگہ یہ ذکر کرنا غیر موزون نہ ہوگا۔ کہ اہل بہاء کے نزدیک سال کے ۱۹ مہینے ہوتے ہیں۔ اور ہر مہینہ ۱۹ دن کا ہے۔ چنانچہ کتاب اقدس میں بہاء اللہ لکھتے ہیں "ان عدۃ الشہور تسعۃ عشر شہراً فی کتاب اللہ قد زین اولہا بہذا الاسم المہیمن علی العالمین" کہ مہینوں کی گنتی اللہ کی کتاب میں ۱۹ ہے۔ اور ان میں سے پہلا مہینہ اسم بہاء کے ساتھ مزین کیا گیا ہے۔ جو تمام جہانوں کا محافظ ہے۔ اگرچہ قرآن کریم کی سورۃ التوبہ میں ارشاد الٰہی ہے "ان عدۃ الشہور عند اللہ اثنا عشر شہراً فی کتاب اللہ یوم خلق السمٰوات والارض" کہ گنتی مہینوں کی اللہ کی کتاب میں اس دن سے کہ آسمان اور زمین پیدا ہوئے۔ ۱۲ مہینہ ہیں۔ لیکن بہاء اللہ نے اس کے خلاف جو بیان کیا ہے۔ وہ یہ ہے۔ کہ مہینوں کی گنتی ۱۲ نہیں بلکہ ۱۹ ہے۔ اور وہ ۱۹ مہینے یہ ہیں۔ البہاء [1]۔ الجلال [2]۔ الجمال [3]۔ العظمۃ [4]۔ النور [5]۔ الرحمۃ [6]۔ الکلمات [7]۔ الاسماء [8]۔ الکمال [9]۔ العزۃ [10]۔ المشیۃ [11]۔ العلم [12]۔ القدرۃ [13]۔ القول [14]۔ المسائل [15]۔ الشرف [16]۔ السلطان [17]۔ الملک [18]۔ العلاء [19]۔ گویا روزوں کا مہینہ جو ماہ علاء ہے۔ وہ سال کا آخری مہینہ ہے۔

عید الفطر کی بجائے عید نیروز

روزوں کے احکام بدل دیئے ہیں۔ اس لئے عید بھی عید الفطر کی بجائے نیروز کی مقرر کی ہے۔ کتاب اقدس میں بہاء اللہ لکھتے ہیں۔ "جعلنا النیروز عیداً لکم" کہ عید الفطر کی بجائے اب نیروز کی عید ہو گی۔ عید نیروز ۲۱ مارچ کو ہوتی ہے۔ جیسا کہ

بدائع الآثار جلد ۲ صفحہ ۱۹۱ میں لکھا ہے "۲۱ مارچ روز فیروز و عید نیروز" کہ ۲۱ مارچ کا دن مبارک دن تھا جو عید نیروز کا دن ہے۔

اہل بہاء کی ۵ عیدیں عید الفطر کے بعد جو عید الاضحیہ ہے۔ اس کا بدل اگرچہ بہائیوں نے کوئی نہیں رکھا مگر عید نیروز کے علاوہ ۴ عیدیں اور بھی اس مذہب میں مقرر ہیں۔ چنانچہ بہائیوں کی کتاب دروس الدیانۃ میں عید نیروز (اور ان ۴ عیدوں کا ان الفاظ میں ذکر کیا گیا ہے۔ کہ "اعیاد مقررہ در کتاب الٰہی پنج است" کہ شریعت بہائیہ میں عیدیں پانچ ہیں۔ اوّل عید اعظم کہ سلطان اعیاد است و آن را عید رضوان نیز می نامیم و آن دوازدہ یوم ابتداء شروع می شود از عصر سیزدہم از ماہ دوم از اشہر بیان کہ ماہ جلال باشد و سہ یوم از آن دوازدہ یوم کہ اول و نہم و دوازدہم باشد اشتغال بکار و کسب مطلقاً حرام است و در ان یوم مبارک جمال قدم جلّ اسمہ الاعظم از بیت مبارک بباغ رضوان[1] نقل مکان فرمودند و در ان یوم سعید اسرار الٰہی منکشف شد بطون در ظہور و غیب در حضور آمد در ان یوم امر اللہ علانیہ اظہار و آشکار شد و دعوت کتب آسمانی و صحف الہام ظاہر و محقق گشت و بشارات انبیاء و اولیاء باہر گردید در ان یوم جمال اقدس ابہیٰ بر عرش ربوبیت کبریٰ مستوی و بکل اسماء حسنیٰ و صفات علیا بر اہل ارض و سماء تجلّی فرمود۔" حاصل ترجمہ اس عبارت کا یہ ہے کہ پہلی عید جو سب عیدوں سے بڑی ہے اور تمام عیدوں کی بادشاہ ہے اس کا نام عید رضوان ہے جو ماہ جلالی کی ۱۳ تاریخ کی عصر سے شروع ہو کر ۱۲ دن رہتی ہے جن میں سے پہلے دن میں اور نویں دن میں اور بارھویں دن میں کسی قسم کا کوئی کاروبار کرنا مطلقاً حرام ہے۔ یہ وہ دن ہیں کہ جن میں بہاء اللہ اپنے گھر سے نکل کر باغ رضوان میں آئے اور اپنا دعویٰ ظاہر کیا۔ اور خدائی کے عرش پر جاگزین ہوئے اور تمام اسماء حسنیٰ اور صفات علیا کے ساتھ انہوں نے آسمانوں اور زمین کی مخلوق پر تجلّی فرمائی۔ جیسا کہ کتاب اقدس میں لکھا ہے "ایّام فیہا تجلّی الرحمان علیٰ من فی الامکان باسمائہ الحسنیٰ وصفاتہ العلیا" کہ عید کے یہ دن وہ ہیں کہ جن میں رحمٰن نے اپنے اسماء اور صفات علیا کے ساتھ عالم امکان پر تجلّی فرمائی۔ اقتدار صفحہ ۱۵ اور الواح مبارکہ صفحہ ۱۳۱ سے ثابت ہے۔ کہ رحمٰن سے مراد خود بہاء اللہ ہیں۔ چنانچہ اقتدار میں لکھا ہے۔ "احزان بمرتبہ رسیدہ کہ لسان رحمٰن از بیان ممنوع شدہ" اور الواح مبارکہ میں ہے "احزانے بشانے احاطہ نمودہ کہ لسان رحمٰن از ذکر

---

[1] مفاوضات عبد البہاء صفحہ ۳۴ میں کہا ہے کہ باغ رضوان شہر بغداد سے باہر ایک باغ ہے جس میں بہاء اللہ بغداد سے روانگی کے وقت ۱۲ دن ٹھیرے تھے اور وہاں انہوں نے ۱۲۸۰ ہجری کو اپنے دعویٰ کا اعلان کیا تھا اصل عبارت مفاوضات کی یہ ہے۔ "در ۱۲۸۰ از ہجرت دریں سال جمال مبارک در حین حرکت از بغداد بطرف اسلامبول درباغ رضوان کہ در بیرون شہر واقع ست دوازدہ روز اقامت نمودند و در آنجا اعلان ظہور خود را بجمیع اصحاب خود فرمودند" منہ

مطالب علیہ ممنوع شدہ" کہ غموں نے احاطہ کیا ہے۔ کہ رحمٰن (بہاء اللہ) کی زبان اعلیٰ درجہ کے مضامین بیان کرنے سے رو کی گئی ہے۔ غرض پہلی عید۔ عید رضوان ہے۔ دوسری عید۔ علی محمد باب کے مبعوث ہونے کی ہے۔ جو پنجم جمادی الاولےٰ کو ہوتی ہے۔ جس دن کہ اہل بہاء کے نزدیک علی محمد باب نے دعویٰ کیا اور بہاء اللہ کے بیٹے عبد البہاء عباس آفندی پیدا ہوئے اس عید کو عید مبعث و عید مولد بھی اسی وجہ سے کہتے ہیں۔ کہ اس روز پنجم جمادی الاولیٰ مطابق ۱۲۶۰ھ علی محمد باب نے دعویٰ کیا اور عبد البہاء پیدا ہوئے بدائع الآثار جلد ۲ صفحہ ۳۱۵-۳۱۴ ٭ تیسری عید بہاء اللہ کی پیدائش کا دن ہے جو دوسری محرم ہے ٭ چوتھی عید علی محمد باب کی پیدائش کا دن ہے۔ جو یکم محرم ہے ٭ پانچویں عید۔ عید نیروز ہے۔ جو ۲۱ مارچ مطابق یکم ماہ فروردین کو ماہ علاء کے روزوں کے بعد عید الفطر کی بجائے یکم ماہ البہاء کو ہوتی ہے۔ دیکھو کتاب دروس الدیانۃ $\frac{92}{93}$)

ایام ھا اہل بہاء کے نزدیک جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔ سال کے ۱۹ مہینے اور ہر مہینہ ۱۹ دن کا ہوتا ہے چونکہ سال ۳۶۶ دن کا ہوتا ہے۔ اور ۱۹ مہینوں کے ۳۶۱ دن بنتے ہیں۔ اسواسطے اہل بہاء نے سال پورا کرنیکی غرض سے روزوں کے مہینہ (ماہ علاء) سے پہلے بھی پانچ دن[1] اظہار خوشی کے لئے تجویز کر لئے ہیں۔ جو ایامِ ھا کے نام سے موسوم ہوتے ہیں۔ ان دنوں میں کیا کچھ ہوتا ہے۔ موافق کچھ کہتے ہیں۔ اور مخالف کچھ۔ اسواسطے ہم اس سے سکوت اختیار کرنا بہتر سمجھتے ہیں۔ کیونکہ بیرونی لوگوں کو اندرونی معاملات سے کیا تعلق ٭

حکم زکوٰۃ۔ بلا نصاب زکوٰۃ کے متعلق بہاء اللہ نے کتاب اقدس میں یہ لکھا ہے "وکتب علیکم تزکیۃ الاقوات وما دونہا بالزکوٰۃ ھذا ما حکم بہ منزل الآیات فی ھذا الرق المنیع سوف نفصل لکم نصابہا" ای اہل بہاء کتاب اقدس کے اتارنے والے نے فرض کیا ہے۔ کہ تم اپنے کھانے کی چیزوں اور دوسری چیزوں کو زکوٰۃ دینے سے پاک کرو۔ اور جس نصاب سے تم کو زکوٰۃ دینی چاہیئے۔ اسکا بیان ہم پھر کرینگے"

اس عبارت میں بہاء اللہ نے یہ حکم تو دیا ہے۔ کہ زکوٰۃ دینی چاہیئے۔ لیکن جیسا کہ اس نے عبارت متذکرہ میں وعدہ کیا تھا کہ نصاب زکوٰۃ کی تفصیل پھر بیان کیجائیگی۔ اسکے متعلق کوئی حکم کتاب اقدس میں موجود نہیں ہے جس سے معلوم ہو سکے کہ کتنے مال پر کتنی زکوٰۃ ادا کیجائیگی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ جس موقعہ کی انتظار میں بہاء اللہ تھا وہ موقع اسکو نہیں ملا۔ ہاں جو مطالبہ علی محمد باب کا تھا۔ کہ ۱۰۰ مثقال سونا پر ۱۹ مثقال سونا مجھے ادا کیا جائے۔ وہ مطالبہ بہاء اللہ نے بھی قائم رکھا ہے۔ مگر وہ زکوٰۃ کے مطالبہ سے الگ ہے۔ جیسا کہ کتاب اقدس میں زکوٰۃ کا حکم دینے سے پہلے لکھا گیا ہے "والذی تملک مائۃ مثقال من الذھب فتسعۃ عشر مثقالا للّٰہ فاطر الارض والسماء" کہ جس شخص کو ۱۰۰ مثقال سونا کی ملکیت حاصل ہو اس میں سے وہ انیس ۱۹ مثقال سونا زمین و آسمان کے پیدا کرنیوالے خدا (بہاء اللہ) کو دے (جس کا دعویٰ خدائی یار پہلے مدلل طور پر بیان کر چکا ہے) ٭

[1] اس کے متعلق کتاب اقدس میں یہ حکم دیا گیا ہے "واجعلوا الایام الزائدۃ عن الشھور قبل شھر الصیام" کہ ان ۵ دنوں کو ۱۹ مہینوں سے باہر اور روزوں کے مہینہ سے پہلے [illegible]

حج کعبہ نہیں بلکہ حج عکا یا بغداد ہے

زکوٰۃ کے بعد فریضہ حج ہے اس کے متعلق کتاب اقدس میں لکھا ہے "قد حکم اللہ لمن استطاع منکم حج البیت دون النساء عفا اللہ عنهن" کہ عورتوں کو حج کرنا اللہ نے معاف کر دیا ہے۔ مردوں میں سے جس کو طاقت ہو وہ حج کرے۔ لیکن کہاں کا خانہ کعبہ کا یا کسی اور گھر کا۔ اس کے متعلق بہاء اللہ نے اقدس کے دوسرے مقام پر لکھا ہے:۔ "وارفعن البیتین فی المقامین والمقامات التی فیها استقر عرش ربکم الرحمن" کہ اے اہل بہاء اونچا کرو اُن دو گھروں کو جو دو جگہوں میں ہیں۔ اور ان تمام مقامات کو جہاں تمہارے خدائے رحمٰن (بہاء اللہ) کا عرش ٹھیرا تھا۔ اس سے ثابت ہے۔ کہ بہاء اللہ نے جس گھر کے حج کا حکم دیا ہے۔ وہ خانہ کعبہ نہیں ہے۔ بلکہ یا دو گھر ہیں جنکو اونچا کرنے اور بلند کئے جانیکا بہاء اللہ نے حکم دیا ہے۔ اور بہاء اللہ انہیں لئے ہیں۔

کتاب بہجۃ الصدور صفحہ ۲۵۸ میں لکھا ہے۔ "زائرین زیارت و طواف و تقبیل و سجدہ عتبہ اش نمودہ بودند" کہ زیارت کرنیوالے لوگ بہاء اللہ کے آستانہ (واقع عکا) کا طواف کرتے اور بوسہ دیتے ہیں۔ مگر بہاء اللہ کی کتاب ادعیہ محبوب صفحہ ۹۹ تا ۱۰۲ میں ایک اور گھر کے طواف کرنے اور اس کی زیارت کا بھی ذکر پایا جاتا ہے جو اُس وقت ویران اور برباد تھا۔ اب خدا جانے اسکی کیا حالت ہے۔ لکھا ہے "یا محمد اذا اخرجت من ساحة العرش اقصد زیارة البیت من قبل ربک واذا حضرت تلقاء الباب قف وقل یا بیت اللہ الاعظم این جمال القدم...مالی یا عرش اللہ اری تغیر حالک واضطربت ارکانک وغلق بابک علی وجه من اراد ک ومالی اراک الخراب... یا بیت اللہ ان هتک المشرکون ستر حرمتک لا تحزن... یسمع ندا من یزورک ویطوف حولک ویدعوک بک انه هو الغفور الرحیم۔ یا الٰهی[1] اسألک بهذا البیت الذی تغیر فی فراقک وینوح لهجرک وما ورد علیک فی ایامک ان تغفر لی ولابوی وذوی قرابتی والمؤمنین من اخوانی ثم اقض لی حوائجی کلها بجودک"

---

[1] اس دعا کا ترجمہ یہ ہے۔ کہ "اے میرے خدا میں تجھ سے دعا مانگتا ہوں۔ اس گھر کے وسیلہ سے جو تیری جدائی میں حال سے بے حال ہو گیا ہے اور تیرے ہجر پر اور تیری ان مصیبتوں پر جو تیرے ان ایام میں تجھ پر وارد ہوئیں۔ نوحہ کرتا ہے۔ تو بخش دے مجھ کو۔ میرے ماں باپ کو۔ میرے رشتہ داروں کو۔ میرے مومن بھائیوں کو۔ اور پوری کر دے میری تمام حاجتیں۔ اپنے فضل سے۔"

اس دعا کے متعلق ہمارا سوال ہے۔ کہ یہ کونسا خدا ہے جس سے یہ دعا مانگی گئی ہے۔ اور یہ کونسا گھر ہے۔ جس میں وہ خدا رہتا تھا۔ اور پھر اسکے ہجر اور فراق میں وہ گھر حال سے بیحال ہے اور رو رہا ہے۔ اگر وہ خدا بہاء اللہ ہے جو اس گھر میں رہتا تھا۔ اور اسپر مصیبتیں بھی آئی تھیں۔ تو ہمارا دعویٰ ثابت ہے۔ کہ بہاء اللہ خدا ہونیکا مدعی تھا اور اس سے دعائیں مانگی جاتی ہیں۔ اور اگر وہ خدا جسکا اس دعا میں ذکر ہے۔ بہاء اللہ نہیں تو بتایا جائے۔ وہ اور کونسا خدا ہے جس پر مصائب بھی وارد ہوئے اور وہ گھر سے بے گھر بھی ہوا۔ اور اہل بہاء اسکے گھر کو اپنی دعاؤں کے قبول ہونے کا وسیلہ بھی بناتے ہیں۔ اور جیسا کہ اوپر ذکر ہے اس گھر کا طواف اور زیارت بھی کرتے ہیں۔ امید ہے کہ اہل بہاء اس معمہ کو حل کرینگے۔ منہ

بہاءاللہ ایک شخص محمد نام اپنے ماننے والے کو حکم دیتے ہیں۔ کہ "اے محمد جب تم اس عرش کی جگہ (عکا) سے باہر جاؤ۔ تو اُس خاص گھر کی زیارت کا ارادہ کرنا اور جب تم اُس گھر کے سامنے پہنچو۔ تو کھڑے ہو کر کہنا۔ کہ "اے اللہ کے گھر کہاں ہیں جمال قدم (بہاءاللہ) اور کیا وجہ ہے۔ کہ تیرا حال متغیر دیکھتا ہوں۔ اور تیری طرفوں کو متزلزل۔ اور اُن پر جو تیری زیارت کے لئے آنا چاہیں۔ تیرا دروازہ بند ہے۔ اور تو خستہ حال ہے۔ اے اللہ کے گھر اگر مشرکوں نے تیری بے حرمتی کی ہے۔ تو تو غم نہ کر۔ کیونکہ تیرا طواف کرنیوالوں۔ تیری زیارت کرنیوالوں تیرا واسطہ دیکر دعا مانگنے والوں کی دعائیں قبول ہوتی ہیں۔"

اس سے ثابت ہے۔ کہ یہ دوسرا گھر جسکے طواف کرنے اور زیارت کرنیکا بہاءاللہ نے حکم دیا ہے۔ عکا سے باہر ہے اور غالباً یہ گھر وہ ہے جس میں بہاءاللہ بغداد میں رہتے تھے۔ اور وہاں سے نکالے گئے۔ بہرحال عکا کا حج ہو یا بغداد کا۔ اسلام نے تو ان میں سے کسی کا بھی حکم نہیں دیا۔

اہل بہاء میں اسلام کا طریقہ

بہائی شریعت کی جو تعلیم پانچ ارکانِ اسلام (توحید و رسالت۔ نماز۔ روزہ۔ حج۔ زکوٰۃ) اور بعض دوسرے امور کے متعلق اوپر بیان ہوئی ہے ان کے علاوہ بعض دوسری باتوں اور معاملات کے متعلق بھی بہاءاللہ نے اپنی شریعت میں کچھ احکام بیان کیے ہیں مثلاً جب ایک مسلمان دوسرے مسلمان سے ملتا ہے۔ تو اسلامی طریق یہ ہے کہ ایک کی طرف سے جب السلام علیکم کہا جاتا ہے۔ تو دوسرا وعلیکم السلام سے اس کا جواب دیتا ہے۔ مگر علی محمد (باب) نے اپنے مریدوں کو یہ حکم دیا ہوا تھا۔ کہ جب ایک بابی دوسرے بابی سے ملے تو اللہ اکبر کہے اور جواب دینے والا اللہ اعظم۔ اور اگر ایک عورت کی دوسری عورت سے ملاقات ہو تو اللہ ابہیٰ کہے اور جواب دینے والی اللہ اجمل۔ علی محمد (باب) کے بعد بھی سلام کا یہی طریقہ بابیوں (غیر بہائیوں) میں جاری ہے جسکی نسبت اہل بہاء کا اعتقاد ہے۔ کہ سلام و جواب کے ان چاروں کلموں (اللہ اکبر۔ اللہ اعظم۔ اللہ ابہیٰ۔ اللہ اجمل) سے مقصود صرف بہاءاللہ ہی کی ذات ہے۔ نہ کوئی اور۔ چنانچہ بہاءاللہ کا بیٹا اور جانشین اول عبد البہاء آفندی اپنی مکاتیب کی دوسری جلد میں صفحہ ۲۷۵ پر لکھتا ہے۔ "این چہار تحیت از حضرت اعلیٰ روحی لہ الفدا است و مقصد از ہر چہار جمال قدم روحی لاحبائہ الفدا است نہ دون حضرتش ..... و لے الیوم بانگ ملاء اعلیٰ اللہ ابہیٰ است و روح ابن عبد ازیں ندا در اہتزاز" کہ حضرت اعلیٰ (علی محمد باب) نے جو یہ چار کلمے سلام کی غرض سے مقرر کیے ہیں ان چاروں کلموں سے مقصود صرف جمال قدم (بہاءاللہ) کی ذات ہے نہ کوئی اور۔ وہی اللہ اکبر ہے وہی اللہ اعظم ہے۔ وہی اللہ ابہیٰ ہے۔ وہی اللہ اجمل ہے۔ اور اس وقت میں (جو بہاءاللہ کا وقت ہے) چونکہ ملاء اعلیٰ یعنی فرشتوں کی خاص جماعت کی جو آواز ہے۔ وہ "اللہ ابہیٰ" ہے۔ اور میری روح بھی اسی سے خوش ہے۔ اس لئے سلام میں۔ میں اسی کلمہ "اللہ ابہیٰ" کو زیادہ ترجیح دیتا ہوں جسکے زیادہ ترجیح دینے کی سوائے اسکے اور کوئی وجہ نہیں کہ "اللہ ابہیٰ" میں بہاء کا ذکر آجاتا ہے۔ جو بہاءاللہ کے

نام میں موجود ہے۔ ورنہ مکاتیب کے حوالہ مندرجہ بالا سے ظاہر ہے کہ اللہ اکبر کہا جائے یا اللہ اعظم۔ اللہ ابہیٰ کہا جائے یا اللہ اجمل سب سے مراد بہاء اللہ ہے جو خدا ہے۔ جیسا کہ مرزا حیدر علی اصفہانی نے بھی بہجۃ الصدور صفحہ ۲۴۴ میں یہی بات لکھی ہے کہ "وتحیات درکتاب مستطاب بیان۔ اللہ اکبر۔ واللہ ابہیٰ واللہ اعظم واللہ اجمل بود ودرایام اشراق مالک ایام ونام حصر بہ "اللہ ابہیٰ" شد۔ حبًّا لهذا الاسم المبارك المهيمن على العالمين واز حق منیع[1] ہم تصدیق وامضائے فعلی ظاہر شد" کہ علی محمد باب کی کتاب البیان میں سلام کے لئے چار کلمے مقرر تھے۔ جو اللہ اکبر۔ اللہ ابہیٰ۔ اللہ اعظم۔ اللہ اجمل تھے۔ لیکن بعد میں جب تمام مخلوق اور زمانہ کے مالک (بہاء اللہ) نے اپنی روشنی اس عالم پر ڈالی تو سلام وجواب کے ان چاروں کلموں مجوزہ علی محمد باب میں سے صرف "اللہ ابہیٰ" پر حصر ہو گیا جس کا باعث۔ اس مبارک اور تمام جہان کے محافظ (بہاء اللہ) نام کی محبت اور فعلی تصدیق خود خدا (بہاء اللہ) نے بھی کر دی تھی۔ غرض جو لوگ بہائی ہیں وہ سلام میں اور اس کے جواب میں "اللہ ابہیٰ" کہتے ہیں اور اسی کو پسند کرتے ہیں۔ اور جو صرف بابی ہیں اور بہاء اللہ کے متبع نہیں ہیں۔ وہ باب کی پیروی میں اسی طرح چاروں کلمے کہتے ہیں جس طرح باب نے مقرر کیے ہیں۔

خطبہ اور وعظ منبر پر منع ہے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہؓ اور بعد کے تمام ائمہ اسلام کا یہ طریق بھی چلا آیا ہے۔ کہ خطبہ یا وعظ کے وقت منبر پر بھی کھڑے ہو جاتے مگر بہاء اللہ نے اس کے متعلق کتاب اقدس میں یہ حکم دیا ہے "قد منعتم عن الارتقاء الى المنابر من اراد ان يتلوا عليكم آيات الله فليقعد على السرير" کہ اے اہل بہاء منبروں پر چڑھنا تمہارے لئے منع ہے۔ جو شخص تمہارے آگے اللہ کی آیات پڑھنا چاہتا ہے۔ وہ چوکی یا تخت پر بیٹھ کر تمہیں وعظ یا لیکچر کرے۔

ہاتھ چومنا حرام ہے

اگرچہ بہاء اللہ نے اپنی نسبت یہ دعویٰ کیا ہے۔ کہ وہ معبود اور مسجود ہے۔ اور مخلوق کا خدا ہے۔ اور حکم دیا ہے کہ اس کے گھر کا حج کیا جائے۔ اور اسکی چوکھٹ کو چوما جائے۔ اور اسکے آگے سجدہ کیا جائے۔ مگر دوسروں کے واسطے جہاں بہاء اللہ نے یہ حکم دیا ہے۔ کہ منبر پر بیٹھکر وعظ کرنا اور لیکچر دینا منع ہے۔ وہاں یہ بھی حکم دیا ہے۔ کہ کسی کے ہاتھ چومنا بھی منع ہیں۔ چنانچہ اقدس میں لکھا ہے "قد حرم عليكم تقبيل الايادي" کہ تم پر حرام کیا گیا ہے۔ ہاتھوں کا چومنا۔ حالانکہ ہاتھ کا چومنا کوئی عبادت

---

[1] بہجۃ الصدور صفحہ ۳۵۷ میں کہا ہے کہ "حق منیع وحدہٗ لاشریک ست فرع منشعب از اصل قدیمش وحدہ لاشریک لہٗ است اصل قدیم فرمودہ اند اصل حدیث وجدید نفرمودہ اند" یعنی جس طرح بہاء اللہ خدا وحدہٗ لاشریک ہے اس کا بیٹا عبد البہاء بھی وحدہٗ لاشریک ہے۔ تفصیل کے لئے دیکھو بہجۃ الصدور صفحہ ۲۰۳ - ۴۱۱ و صفحہ ۳۶۸
منہ

نہیں ہے۔ اور نہ اس غرض سے کوئی شخص کسی کے ہاتھ چومتا ہے۔ خود عبد البہاء کی نسبت جو بہاء اللہ کا بیٹا اور خلیفہ تھا۔ لکھا ہے۔ کہ یورپ میں بہت لوگوں نے اسکے ہاتھ چومے اور اس نے منع نہیں کیا (ملاحظہ ہو بدائع الآثار سفرنامہ عبد البہاء۔ جلد ۲ صفحہ ۳۱ و ۳۱۱ و ۳۴۰ بلکہ صفحہ ۱۹۷ و ۲۵۸ میں عبد البہاء اور بہاء اللہ کے دامن کا بوسہ لینا بھی لکھا ہے۔ اور صفحہ ۵ میں لکھا ہے۔ کہ خود عبد البہاء نے بھی دوسروں کا بوسہ لیا ؛

اُنیس ۱۹ برس بعد گھر کا تمام سامان بدلنے کی ہدایت

ایک حکم بہاء اللہ نے یہ بھی دیا ہے۔ کہ ہر ۱۹ برس کے بعد گھر کا تمام سامان بدل دیا جائے جیسا کہ کتاب اقدس میں لکھا ہے۔ ”کتب علیکم تجدید اسباب البیت بعد انقضاء تسعۃ عشر سنۃ“ کہ اے اہل بہاء تم پر واجب ہے کہ اُنیس ۱۹ سال گذرنے کے بعد گھر کا سارا اسباب بدل دو ؛

سوٴر وغیرہ کھانا منع نہیں ہے

اگرچہ کھانے پینے کی چیزوں میں بہاء اللہ نے بہت آزادی رکھی ہے اور کسی جگہ پر بھی معین طور پر کسی چیز کے متعلق حکم نہیں دیا کہ یہ حرام ہے۔ حتیٰ کہ سوٴر کی حرمت کا بھی کسی جگہ بیان نہیں کیا جس سے ثابت ہوتا ہے کہ بہائی مذہب میں سوٴر۔ کتے۔ گدھے۔ غرض کسی جانور کے بھی کھانیکی ممانعت نہیں۔ تاہم باوجود اس آزادی کے افیون اور جوئے کی نسبت کتاب اقدس میں بہاء اللہ نے یہ حکم دیا ہے۔ کہ حرام ہیں اور لکھا ہے ”قد حرم علیکم المیسر و الافیون۔ کہ افیون کھانا اور جوا کھیلنا تم پر حرام ہے۔ لیکن شراب پینے کی نسبت کوئی صاف حکم بہاء اللہ نے نہیں دیا اس کے متعلق جو بیان بہاء اللہ کا کتاب اقدس میں موجود ہے۔ وہ بالکل گول مول ہے۔ نہ اس سے اسکی حرمت ثابت ہوتی ہے۔ اور اس سے اس کا جواز ثابت ہوتا ہے۔ گو عبد البہاء کہتا ہے۔ کہ شراب پینی منع ہے مگر شرب شراب کو جرم قرار نہ دینا ثابت کرتا ہے۔ کہ یہ حرمت لفظی ہے۔ عملی نہیں۔ چنانچہ جب عبد البہاء سفر یورپ کو گئے ہیں تو وہاں کھانے پینے کے متعلق جب استفسار ہوا۔ تو عبد البہاء نے کہا۔ ہم کھانے پینے کی چیزوں میں کوئی دخل نہیں دیتے ہمارا دخل صرف روحانی طعام میں ہے جیسا کہ بدائع الآثار جلد ۱ صفحہ ۲۳ میں لکھا ہے۔ ”دوستان غرب عرض کردند در خصوص غذا باحباء امریکہ دستور العمل عنایت شود فرمودند ما مداخلہ در طعام جسمانی آنہا نکنیم مداخلۂ ما در طعام روحانی است“ (بدائع الآثار جلد ۱ صفحہ ۲۳ سفرنامہ عبد البہاء)

لونڈی و غلام کی خرید و فروخت منع ہے

اگرچہ وہ مفہوم جو لونڈی اور غلام کا عام طور پر سمجھا جاتا ہے۔ صحیح نہیں ہے اور مخالف لوگ لونڈی اور غلام کے جس مفہوم کو لیکر اعتراض کرتے ہیں وہ غلط ہے۔ تاہم ایک قسم کے لونڈی اور غلام کا ان اغراض اور قیود کے

ساتھ جو اسلام نے مقرر کی ہیں خرید کرنا منع نہیں مگر بہاء اللہ جس نے شراب کو اس لئے حرام نہیں کیا کہ یورپ پیتا ہے۔ لونڈی اور غلام کا خرید کرنا مطلقاً حرام اس لئے قرار دیتا ہے۔ کہ یورپ اس کا مخالف ہے۔ چنانچہ اقدس میں لکھا ہے "حرم علیکم بیع الاماء والغلمان" کہ حرام کیا گیا ہے تم پر لونڈی اور غلاموں کا خرید کرنا۔ حالانکہ اس کی بجائے اگر بہاء اللہ یہ حکم دیتا کہ غیروں سے غلام اور لونڈی خریدو اور آزاد کرو۔ اور اہل بہاء کے پاس جو لونڈی اور غلام ہیں وہ آزاد ہیں تو البتہ یہ مفید بات تھی۔ کیونکہ اس طریق سے جو اہل بہاء کے غلام تھے وہ بھی آزاد ہو جاتے اور جو غیروں کے پاس تھے وہ بھی آزاد ہو سکتے تھے۔ لیکن موجودہ حکم سے نہ غیروں کے پاس سے غلام خرید کر آزاد کیئے جا سکتے ہیں اور نہ اپنے غلام آزاد ہیں ✣

خیراتی اموال پر بہاء اللہ اور اُس کی اولاد کا تصرف

جو اموال اللہ کی راہ میں بطور خیرات کے وقف ہو چکے ہیں یا آئندہ وقف کیئے جائیں انکی نسبت بہاء اللہ نے کتاب اقدس میں یہ بیان کیا ہے۔ کہ ان کے خرچ کرنیکے تمام اختیارات مجھ کو اور میرے بعد میری اولاد کو حاصل ہیں اور اولاد کے نہ ہونیکی صورت میں بیت العدل کو۔ اور بیت العدل نہ ہو تو دوسرے اہل بہاء کو چنانچہ لکھا ہے۔

"قد رجع الاوقاف المختصة للخیرات الی الله مظهر الآیات... ومن بعده الی یرجع الحکم الی الاغصان ومن بعدهم ببیت العدل ان تحقق امره فی البلاد لیصرفوها فی البقاع المرتفعة فی هذا الامر... والا ترجع الی اهل البهاء" کہ جتنے خیراتی اوقاف ہیں وہ سب کے سب خدا کی طرف لوٹ کر آ گئے ہیں جو نشانات کا ظاہر کرنیوالا ہے۔ یعنی اسکے متعلق تمام اختیارات بہاء اللہ کو ہیں اور اسکے بعد یعنی بہاء اللہ کے اس دنیا سے گذر جانیکے بعد ان میں تصرف کرنیکا اختیار انکی اولاد کو ہوگا اور اولاد کے باقی نہ رہنے کی صورت میں بیت العدل کو بشرطیکہ بیت العدل کا وجود دنیا میں پایا جائے۔ بیت العدل ان خیراتی اموال کو جو بہاء اللہ کی اولاد کے نہ ہونیکی صورت میں اسکے قبضہ میں آئینگے ان جگہوں میں خرچ کریگا جو بہائی مذہب کی تائید کے لئے بنائی گئی ہوں اور اگر بیت العدل موجود نہ ہو تو ان اوقاف (خیراتی اموال) کے خرچ کرنیکا اختیار دوسرے اہل بہاء کو حاصل ہوگا" گویا جب تک بہاء اللہ زندہ رہے ان اموال کا وہ مالک ہے۔ بہاء اللہ اس دنیا سے چلا جائے۔ تو اس کے بیٹے اور دوسری اولاد۔ پھر ان میں سے بھی جب کوئی باقی نہ رہے۔ اور سب گذر جائیں۔ تو اسوقت بیت العدل۔ بیت العدل کا وجود نہ ہو تو اور لوگ جو بہاء اللہ کے متبع ہوں۔ غرض کتاب اقدس کے اس حکم کے مطابق جبتک بہاء اللہ زندہ تھا تمام اوقاف (خیراتی اموال) اس کے قبضے میں تھے۔ جب وہ مر گیا تو اس کے لڑکے حقدار ہو گئے۔ چونکہ ابھی تک بہاء اللہ کا لڑکا اور بہاء اللہ کی دوسری اولاد موجود ہے۔ اس لئے بیت العدل اور دوسرے

اہل بہاء کا کوئی تعلق اس قسم کے اموال سے نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ خیراتی اموال کے علاوہ بھی جسقدر تحفے اور ہدیئے اور دوسرے اموال حق اللہ کے طور پر آتے تھے وہ بھی سب بہاء اللہ اور اسکی اولاد کے قبضہ میں چلے جاتے تھے جس سے خوب عیش و عشرت ہوتی تھی۔ اور ہر بہائی کے ملوکہ جواہرات اور عمدہ مصنوعات اور نادر چیزوں میں سے بھی جو اعلیٰ درجہ کی چیزیں ہوتی تھیں انکا مالک بھی بہاء اللہ تھا۔ جیسا کہ بہجۃ الصدور صفحہ ۳۳۳ اور صفحہ ۴۸۴ و ۴۸۵ میں لکھا ہے "چوں جمال بے مثال حی لایزال در قصر بہجی تشریف داشتند و محل عرش ذوالجلال درآں قصر بود و عمارتش و محلاتش متعدد و وسیع و مکمل و منظم و عمارت و قصر ملوکانہ بود لحکم لا یحصیہا۔ الا اللہ و مرکز میثاقہ و لوجز ئیش معلوم ست۔ ہدایا و تحف و تقدیمہا و حقوق اللہ از ہر جائے می آمد سرکار آقا بدون ملاحظہ ذاتی تصرف فی جمیع را بقصر مے فرستادند و کذلک در اصطبل قصر اسپہا و مادیانہای بسیار خوب عربی قیمتی نذار و تقدیمہ فرمودہ بودند برائے سواری و گردش و شکار و آسائش قصر بہا" (صفحہ ۳۳۳) کہ جب جمال مبارک (بہاء اللہ) جو بے مثال دائمی زندہ بے زوال ہیں۔ اپنے محل بہجی نام میں تشریف رکھتے تھے اور خدائے ذوالجلال (بہاء اللہ) کا عرش بھی اسی شاہانہ محل میں تھا جسکی عمارتیں وسیع اور مکمل اور بانظام ہیں اور جس کے محلات کا شمار سوائے خدا کے اور آس کے مرکز میثاق (عبد البہاء) کے کسی کو معلوم نہیں ہے اسوقت جو ہدایا اور تحفے اور نذرانے اور حقوق اللہ کے اموال جو ہر جگہ سے آتے تھے سرکار آقا (عبد البہاء) بغیر دیکھے اور بغیر کسی تصرف کرنیکے تمام کے تمام بہاء اللہ کے محل میں بھیج دیتے تھے۔ اس محل کا جو اصطبل تھا اسمیں اعلیٰ درجہ کی گھوڑیاں اور گھوڑے عربی نسل کے اس محل میں رہنے والوں کی آسائش اور سیر اور سواری اور شکار کے لئے مہیا کیئے ہوئے تھے" اس کے بعد بہجۃ الصدور مصنفہ میرزا حیدر علی (بہائی) کے صفحہ ۴۸۴ و ۴۸۵ میں یوں لکھا ہے "چوں از اوامر و واجبہ مؤکدہ حضرت اعلیٰ مبشر جمال اقدس ابہی است کہ ہر مومنی از جواہر و صنائع و بدائعے کہ مالک ست و اعلیٰ و ابہی است و شبہ و مثل در عالمش ندارد باید تقدیم حضرت من یظہر اللہ جل ذکرہ و ثنائہ نماید لہذا از ہر قبیل چیزہائیکہ ہر یک احباب داشتند و یا تحصیل نمودند کہ بسیار ممتاز و نادر الوجود و قیمتی بود تقدیم نمودند" کہ چونکہ علی محمد باب جو بہاء اللہ کے مبشر (بشارت دہندہ) تھے یہ تاکیدی حکم دے گئے تھے کہ ہر مومن اپنی

---

۱ بہجۃ الصدور صفحہ [illegible] کا حوالہ ذیل اس حوالہ کو اور واضح کرتا ہے۔ "با لوہیت حی لایزال بے مثال جمال قدم ناز عن و مطمئن گشتیم" کہ ہم اہل بہا جمال قدم (بہاء اللہ) کی خدائی کا جو دائمی زندہ اور بے مثال اور بے زوال یقین اور اعتقاد کرتے ہیں۔ منہ

معلوم کہ جواہرات اور عمدہ مصنوعات اور نادر چیزوں میں سے جو اعلیٰ درجہ کی چیزیں ہوں وہ مَن یظہرہ اللہ کے ظہور کے وقت ان کے حضور میں پیش کرے۔ اس لئے ہر قسم کی چیزیں جو بہائی دوست اپنے پاس رکھتے تھے یا کماتے تھے ان میں سے جو ممتاز اور نادر الوجود اور قیمتی چیزیں ہوتی تھیں وہ بہاء اللہ کے حضور پیش کردی جاتی تھیں"۔ اس سے معلوم ہو سکتا ہے کہ بہاء اللہ اور اس کی اولاد جیل خانہ کی زندگی بسر کرتے تھے یا اُس کے برعکس۔ امیرانہ و ملوکانہ ٹھاٹھ سے رہتے تھے ؛

بیت العدل اور اسکے ممبر

بیت العدل جس کا اوپر ذکر آیا ہے۔ اسکی کیفیت بہاء اللہ نے یہ لکھی ہے۔ کہ ہر شہر میں جہاں کم از کم نو کس بہائی ہوں ایک بیت العدل قائم کیا جاوے اور اس کو اس حد تک سجایا جائے کہ دنیا میں اس سے بڑھ کر سجاوٹ ممکن نہ ہو۔ چنانچہ اقدس میں بہاء اللہ کی یہ ہدایت درج ہے " قد کتب اللہ علیٰ کل مدینۃ ان یجعلوا فیہا بیت العدل ویجتمع فیہا النفوس علیٰ عدد البہاء وان ازداد لا بأس ..... یا ملاء الانشاء عمروا بیوتا باکمل ما یمکن فی الامکان " کہ خدا نے ہر شہر پر فرض کیا ہے۔ کہ وہاں پر ایک بیت العدل بنایا جائے۔ جسمیں کم از کم اتنے آدمی جمع ہوں جو عدد بہاء کے مطابق ہوں۔ (عدد بہآء بحساب جمل ۹ بنتے ہیں) اور اگر اس سے زائد ہوں تو کوئی مضائقہ نہیں اور اے اہل بہاء تمھیں چاہئیے کہ ان گھروں کو (جو بیت العدل سے موسوم ہوں) اتنا آراستہ کرو۔ کہ دنیا میں اس سے زیادہ آرائش نہ کی جا سکتی ہو ؛

بیت العدل کے کیا کام ہیں

اس بیت العدل کے جو کام بہاء اللہ نے مقرر کئے ہیں وہ یہ ہیں۔ اوّل جن امور کے متعلق بہاء اللہ کی کتابوں میں کوئی حکم موجود نہیں ہے انکے بارہ میں ممبران بیت العدل فیصلہ کرینگے کہ کیا حکم دیا جائے۔ چنانچہ کلمات فردوسیہ میں بہاء اللہ کہتے ہیں " آنچہ از حدودات در کتاب بحسب ظاہر نازل نشدہ باید امنائے بیت العدل مشورت نمائند۔ آنچہ را پسندیدند مجری دارند " کہ جو احکام میری کتابوں میں کھلے طور پر بیان نہیں ہوئے۔ انکے بارہ میں بیت العدل کے ممبران کو چاہیئے کہ مشورہ کرکے جو بات پسند کریں اسکو جاری کردیں ؛ دوسرے یہ کہ جسقدر سیاسی امور ہیں ان سب کا تعلق بیت العدل سے ہوگا۔ جیسا کہ کتاب (بشارت سیزدہم) صفحہ ۸ میں بہاء اللہ نے لکھا ہے " امور سیاسیہ کل راجع است بہ بیت العدل " کہ سیاسی امور سارے کے سارے بیت العدل کے ساتھ تعلق رکھیں گے ؛ تیسرے۔ بعض قسم کے اموال جو بیت العدل میں جمع ہونگے انکی نگرانی اور انتظام بیت العدل کے ذمہ ہوگا مثلاً کتاب اقدس میں لکھا ہے " من مات ولم یکن لہ ذریۃ ترجع حقوقہم الیٰ بیت العدل " کہ اگر کوئی شخص ایسی حالت میں مرتا ہے۔ کہ اس کی اولاد نہیں ہے

تو جو حقوقِ وراثت اُس کی اولاد کے تھے وہ بیت العدل کو پہنچیں گے۔ اسی طرح اقدس میں یہ بھی لکھا ہے "قد ارجعنا ثلث الدیات کلھا الی مقر العدل" کہ جو مال بطور سزا یا معاوضہ کے کسی شخص سے کسی کو دلایا جائے اس کا تیسرا حصہ ہم نے بیت العدل کے لئے مقرر کیا ہے۔ چوتھا کام بیت العدل کے سپرد بہاء اللہ نے یہ کیا ہے۔ کہ دنیا میں جو مختلف زبانیں بولی جاتی ہیں۔ انکو گھٹا کر ایک زبان کردی جائے اُسی میں تعلیم ہو اُسی میں خط و کتابت ہو۔ چنانچہ "اشراقات (اشراق ششم) صفحہ ۴۹ میں بہاء اللہ حکم دیتے ہیں "امنائے بیتِ عدل یک لسان را از السنی موجودہ دیا لسانے بدیع ویک خط از خطوط اختیار نمایند و در مدارس عالم۔ اطفال را بآں تعلیم دہند" کہ بیت العدل کے ممبروں کو چاہیئے کہ وہ یا تو موجودہ زبانوں میں سے کسی ایک زبان کو اختیار کرلیں اور یا کوئی نئی زبان بنالیں اسی طرح طرزِ تحریر میں سے بھی کوئی ایک طرزِ تحریر اختیار کرلیں اور دنیا کے مدارس میں بچوں کو اُسی زبان اور اُسی خط کی تعلیم دیں" اس حوالہ کے سوا بھی ایک زبان اور ایک خط پر بہاء اللہ نے کئی جگہوں میں زور دیا ہے چنانچہ "لوح العالم" صفحہ ۱۹ میں بھی لکھا ہے۔ "باید لغات منحصر بلغتِ واحدہ گردد و در مدارس عالم بآں تعلیم دہند" کہ دنیا میں تمام زبانوں کی جگہ ایک ہی زبان ہونی چاہیئے اور مدارس میں اسی زبان کے ذریعہ تعلیم دیجائے۔ اور کتاب اقدس میں بھی لکھا ہے "یا اھل المجالس فی البلاد اختاروا اللغة من اللغات لیتکلم بھا من علی الارض وکذٰلک من الخطوط" کہ اے اہل بہاء جو شہروں کی مجلسوں کے ممبر ہو تمام زبانوں میں سے ایک زبان کو چن لو جس میں دنیا کے سب لوگ گفتگو کیا کریں اور اسی طرح تحریر میں بھی کوئی ایک طرزِ تحریر اختیار کرلو۔ جس کو سب لوگ استعمال کیا کریں۔ غرض یہ کام ہیں جو بہاء اللہ نے بیت العدل کے سپرد کیئے ہیں ؛

ابھی تک بیت العدل قائم نہیں ہوا

لیکن خدا کی حکمت ہے۔ کہ جتنے کام بہاء اللہ نے بیت العدل کے سپرد کیئے تھے ان میں سے آجتک ایک کام بھی نہیں ہوا بلکہ بہاء اللہ کا بیٹا اور جانشین اول عبد البہاء آفندی اپنے مکاتیب کی دوسری جلد میں بصفحہ ۳۰۴ لکھتا ہے کہ بیت العدل جس کے سپرد بہاء اللہ نے یہ کام کیئے تھے ابھی تک دنیا میں قائم ہی نہیں ہوا۔ گویا بیت العدل کے متعلق جتنی تحریریں بہاء اللہ کی ہیں وہ سب کی سب خیالی اور وہمی ہیں۔ عبد البہاء کے مکاتیب کی اصل عبارت یہ ہے "شورا مقبول و محبوب در ہر خصوص و امور اما مشورت مجلس شورا سیاسی شود یا ملکی و ملکوتی۔ یعنی بیتِ عدل آں بانتخاب عموم ست و آنچہ اتفاق آراء یا اکثریت آراء در آں شورا تقرر یابد معمول بہاست اکنوں بیتِ عدل در میان نہ محافل روحانی در اطراف تشکیل شدہ است کہ ایں ہا دریں امور امریہ مانند تربیت اطفال و محافظہ ایتام و رعایت عجزہ و نشر نفحات اللہ شورا نمائند ایں محفل روحانی نیز باکثریت آراء انتخاب شود اما تجدید و تعیین مدت و طرح بیتِ عدل کہ جمیع بہائیان عالم

انتخاب کنند زیرا آنچہ نص قاطع نہ بیت عدل عمومی قرارے دران خواہند داد حال چون تشکیل بیت عدل عمومی میسر نہ۔ قرار شد کہ محافل روحانی امریکا را در مدت پنج سال تجدید انتخاب نمائند“ یعنی اگرچہ ہر معاملہ کے متعلق مشورہ کرنا بہتر اور عمدہ بات ہے لیکن وہ مجلس شوریٰ جسے کل اختیارات سیاسی اور ملکی اور روحانی و اخلاقی حاصل ہیں جس کا دوسرا نام بیت عدل ہے۔ اس کے ممبران کا انتخاب رائے عامہ سے ہوگا اور انکے اتفاق رائے یا کثرت رائے سے جو امر طے ہوگا۔ وہی قابل عمل سمجھا جائیگا۔ مگر ابھی تک وہ بیت العدل ہمارے درمیان قائم نہیں ہوا ہے۔ گو مختلف طرفوں میں ایسی روحانی مجلسیں قائم ہوئی ہیں جو بچوں کی تربیت اور یتیموں کی حفاظت اور غریبوں کی خبر گیری اور مذہب بہاء کے پھیلانے میں مشورہ کرتی ہیں اور ان کے ممبر بھی کثرت رائے سے منتخب ہوتے ہیں مگر ممبران کے انتخاب اور ان کے زمانہ ممبری کی میعاد کا فیصلہ چونکہ بیت العدل کے متعلق ہے۔ جس کے ممبران کا انتخاب تمام دنیا کے بہائی ملکر کرینگے کیونکہ جن امور کے متعلق بہاء اللہ کی کتابوں میں کوئی صاف فیصلہ نہیں کیا گیا ان کے متعلق بیت العدل عمومی کو فیصلہ کرنیکا اختیار ہے اور حال یہ ہے کہ ابھی تک بیت العدل عمومی قائم نہیں ہوا ہے۔ اس واسطے قرار پایا ہے کہ امریکہ کی روحانی مجلسیں پانچویں سال جدید انتخاب کر لیا کریں“ اس عبارت میں عبد البہاء نے صاف طور پر بتا دیا ہے۔ کہ جس بیت العدل اعظم کے قائم ہونیکے بعد دوسرے شہروں میں بیت العدل کی شاخیں کھلنی تھیں وہ بیت العدل اعظم ابھی تک قائم نہیں ہوا۔ اور جو کام اس بیت العدل نے کرنے تھے۔ وہ نہ ہوئے ہیں اور نہ آئندہ ہونیکی امید ہے۔

مشرق الاذکار کیا چیز ہے۔

جس طرح دوسرے امور میں بہاء اللہ نے مسلمانوں سے علیحدگی اختیار کی ہے۔ اسی طرح مسجدوں کے معاملہ میں بھی اسکا یہی حال ہے۔ کوئی مسجد ان کے ہاں عبادت کے لئے نہیں بنائی جاتی۔ (کیونکہ جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا حرام ہے) ایک گھر مشرق الاذکار نام انکے ہاں بنایا جاتا ہے جسکے متعلق بہاء اللہ نے اقدس میں لکھا ہے۔ ”انہ بیت بنی لذکری فی المدن والقریٰ“ کہ مشرق الاذکار وہ گھر ہے۔ جو شہروں اور دیہات میں میرا ذکر کرنیکے لئے بنایا گیا ہے۔ اس ذکر کے متعلق بہاء اللہ نے اسی کتاب اقدس میں یہ ہدایت دی ہے ”علموا ذریاتکم ما نزل من سماء العظمۃ والاقتدار لیقرؤا الواح الرحمٰن باحسن الالحان فی الغرف المبنیۃ فی مشارق الاذکار“ کہ اے اہل بہا جو کچھ عظمت اور اقتدار کے آسمان سے نازل ہوا ہے اسے اپنی اولاد کو سکھاؤ۔ تاکہ رحمٰن[1] (بہاء اللہ) کی آیتوں کو خوش الحانی کے ساتھ مشرق الاذکار کے اونچے مقام میں وہ پڑھ سکیں دوسری جگہ لکھا ہے ”والذین یتلون آیات الرحمٰن باحسن الالحان اولٰئک یدرکون منہا ما لا یعادلہ ملکوت السمٰوات والارضین“ کہ جو لوگ مشرق الاذکار میں رحمٰن (بہاء اللہ) کی آیتوں کو خوش الحانی کے ساتھ پڑھینگے وہ ان سے وہ بات پائینگے جس کا مقابلہ آسمانوں اور زمین کی

---

[1] بہاء اللہ کے رحمٰن ہونیکا ادعا اس کی کتاب اقتدار صفحہ ۱۰۱ اور الواح مبارکہ صفحہ ۱۳۱ سے پہلے ثابت کیا جا چکا ہے۔ اور نزول آیات کا تفصیلی ذکر کسی دوسرے مضمون میں آئیگا۔ منہ

بادشاہت بھی نہیں کر سکتی۔ گویا جو طریق عیسائیوں کے گرجوں میں خوش الحانی سے زبور اور انجیل وغیرہ کی کچھ آیات پڑھنے کا تھا اسی طریق کو بہاء اللہ نے مشرق الاذکار میں جاری کیا ہے۔ پس جو لطف گانے کا عیسائیوں کے گرجوں میں حاصل ہوتا ہے۔ زیادہ سے زیادہ وہی لطف اہل بہاء کو مشرق الاذکار سے حاصل ہوتا ہوگا۔ لیکن بہجۃ الصدور صفحہ ۲۷۹ سے ظاہر ہے کہ مشرق الاذکار بہاء اللہ کے زمانہ میں نہ بنا تھا پہلا مشرق الاذکار بہاء اللہ کے بعد عبد البہاء کے زمانہ میں عشق آباد روس میں بنا ہے ہاں اپنے گھر کوئی مشرق الاذکار کہدے تو جدا ہے۔ ورنہ مکاتیب عبد البہاء جلد ۱ صفحہ ۴۰۴ میں تو صاف لکھا ہے کہ مشرق الاذکار کی عمارت بہت اونچی اور بلند اور با انتظام ہونی ضروری ہے "بنیان مشرق الاذکار بایدُ در نہایت علو و سمو و انتظام باشد" جس کی رو سے کوئی پرائیوٹ گھر مشرق الاذکار کہلانے کا مستحق نہیں ہے۔ اور بدائع الآثار جلد اول صفحہ ۳۵۲ میں عبد البہاء نے مشرق الاذکار کی عمارت کی جو تفصیل دی ہے وہ یہ ہے کہ مشرق الاذکار مدوّر اور دائرہ شکل ہونا چاہیئے ۹ باغیچے ۹ حوض فواروں والے ۹ دروازے اسکے اطراف میں ہوں اور ہر قطعہ ایک محل سے متعلق ہو مثلاً یتیم خانہ۔ شفا خانہ۔ مدرسہ ابتدائیہ۔ کالج اور اس قسم کے جو دوسرے لوازم مشرق الاذکار کے ہیں ان کو ایک ایک قطعے سے راستہ جائیگا۔ اور مشرق الاذکار کے اندر اونچی جگہیں بنائی جائیں جن پر گانے بجانے کا سامان ہو۔ اور ایک خاص نشست مقرر ہو جس میں بہاء اللہ سے مناجات اور اسکی عبادت کے فقرات پڑھے جائیں۔ (بدائع الآثار جلد اول صفحہ ۳۵۲)

زناکاری کی سزا حدود اور قصاص کے متعلق بھی بہاء اللہ نے بعض احکام لکھے ہیں مگر ہر جرم کی جو سزا اسلام نے تجویز کی تھی اسکو بدل دیا ہے۔ مثلاً زنا کی سزا اقدس میں یہ لکھی ہے "ولکل زان وزانیۃ دیۃ مسلمۃ الی بیت العدل وھی تسعۃ مثاقیل من الذھب وان عاد مرۃ اخری عود وا بضعف الجزاء" کہ ہر ایک مرد اور عورت جو زناکاری کا ارتکاب کریں۔ وہ ۹ ۹ مثقال سونا بطور جرمانہ کے بیت العدل میں داخل کریں۔ اور اگر وہ اس جرم کا دوبارہ ارتکاب کریں تو اس سزا کو دوگنا کر دیا جاوے یعنی بجائے ۹ ۹ مثقال سونا کے اٹھارہ ۱۸ اٹھارہ ۱۸ مثقال سونا ان سے لیا جاوے جو بیت العدل میں داخل ہو۔ لیکن جرم زناکاری کے مقابلہ میں یہ سزا ایسی خفیف ہے۔ کہ کسی طرح بھی اس سزا سے زناکاری کا جرم نہیں رک سکتا۔

چور کی سزا چور کی سزا بھی بہاء اللہ نے کتاب اقدس میں وہ نہیں لکھی جو اسلام نے بتائی ہے بلکہ لکھا ہے "قد کتب علی السارق النفی والحبس وفی الثالث فاجعلوا فی جبینہ علامۃ یعرف بھا" کہ چور کو جلاوطنی اور قید کی سزا دی جائے اور اگر وہ تیسری دفعہ اسی جرم میں پھر ماخوذ ہو تو اس کی پیشانی پر کوئی ایسا داغ دیا جاوے جس سے پہچانا جائے کہ یہ چور ہے۔

قتل کرنے اور گھر جلانے کی سزا اور اگر کوئی شخص کسی کا گھر جلا دیتا ہے تو اسکی سزا بہاء اللہ نے یہ تجویز کی ہے

کہ اس شخص کو جلا دیا جائے یا ہمیشہ کیلئے قید کیا جائے اسی طرح قتل عمداً کی بھی دو سزائیں تجویز کی ہیں۔ قاتل کو قتل کیا جائے یا عمر قید کیا جائے۔ چنانچہ کتاب اقدس میں لکھا ہے "من احرق بیتاً متعمداً فاحرقوہ من قتل نفساً عامداً فاقتلوہ .... وان تحکموا لہما حبساً ابدیاً لا باس علیکم" کہ جو شخص کسی کے گھر کو جان بوجھ کر جلاتا ہے اسکو جلا دیا جائے اور جو شخص کسی کو جان بوجھ کر قتل کرتا ہے اُسکو قتل کیا جائے اور اگر ان دونو قسم کے مجرموں کے لئے عمر قید کا فیصلہ کیا جائے تو بھی کوئی گناہ نہیں۔ غرض دونو سزاؤں میں سے ایک سزا دینے کا اختیار ہے خواہ مجرم کو عمر قید کیا جائے خواہ جلایا اور قتل کیا جائے ؁

قتل خطاء کی سزا

قتل کی ایک قسم قتل خطا بھی ہے یعنی بغیر ارادہ کے کسی شخص کا کسی کے ہاتھ سے قتل ہو جانا اس کی سزا بہاء اللہ نے کتاب اقدس میں یہ بیان کی ہے "من قتل نفساً خطاء فلہ دیۃ مسلّمۃ الی اھلہا وھی مائۃ مثقال من الذھب" کہ اگر کوئی شخص کسی کے ہاتھ سے جان بوجھ کر نہیں بلکہ بے ارادہ اور غلطی سے مارا جاتا ہے تو اس کی سزا یہ ہے کہ وہ سو مثقال سونا اس کے وارثوں کو ادا کرے ؁

زخموں اور چوٹوں کی سزا

قتل سے کم درجہ کے جرائم یعنی چوٹوں اور زخموں کے متعلق بہاء اللہ نے یہ تو بتایا ہے کہ ان میں دیت (معاوضہ) ہے لیکن یہ تفصیل کسی جگہ درج نہیں کی کہ کس زخم میں کتنا معاوضہ ہوگا چنانچہ اقدس میں لکھا ہے "اما الشجاج والضرب تختلف احکامہا باختلاف مقادیرھا وحکم الدیان بکل مقدار دیۃ معیّنۃ .... لو نشاء نفصلہا بالحق وعداً من عندنا" کہ چوٹوں اور زخموں کے احکام ان کی مختلف مقداروں کے مطابق مختلف ہونگے اور ہر مقدار کا ایک خاص معاوضہ ہوگا۔ ہم چاہینگے تو ان کی تفصیل کر دینگے ہماری طرف سے یہ پکا وعدہ ہے۔ (جس کے بعد نہ یہ وعدہ پورا ہوا ہے اور نہ کوئی تفصیل کی ہے) لیکن ہر شخص جو شریعت اسلام کے احکام سے واقف ہے۔ وہ جانتا ہے۔ کہ قتل اور چوری اور زنا وغیرہ کی جو سزائیں شریعت بہائیہ میں تجویز کی گئی ہیں یہ سب کی سب اسلامی تعلیم کے بالکل مخالف ہیں بہرحال بہاء اللہ کی شریعت کے یہ وہ احکام ہیں جو اس نے انسان کی زندگی تک کے لئے دیئے ہیں انسان کے مرنے کے بعد اس کا کفن دفن کیونکر ہو اور اس کا ترکہ کیسے تقسیم ہو ؁

کفن پانچ کپڑوں کا ریشمی یا سوتی ہو

اس کی بابت بہاء اللہ نے پہلی ہدایت یہ دی ہے کہ میت کو ریشم یا سوت کے پانچ کپڑوں کا کفن پہنایا جائے چنانچہ اقدس میں لکھا ہے "ان تکفنوہ فی خمسۃ اثواب من الحریر او القطن" کہ مردہ کو پانچ کپڑوں کا کفن پہناؤ جو ریشمی یا سوت کے ہوں ؁

ایک گھنٹہ سے زائد فاصلہ پر میت کا لیجانا حرام ہے

دوسری ہدایت یہ دی ہے۔ کہ جہاں کوئی شخص فوت ہو وہاں سے ایک گھنٹہ سے زیادہ مسافت پر اُسکو دفن کرنے کیلئے نہ لیجائیں اسکی

متعلق اقدس کے الفاظ یہ ہیں "حرم علیکم نقل المیت ازید من مسافۃ ساعۃ من المدینۃ ادفنوہ بالروح والریحان فی مکان قریب" کہ شہر سے ایک گھنٹہ سے زیادہ فاصلہ پر میت کا لیجانا حرام ہے کہ قریب سے قریب جگہ میں اسکو دفن کیا جاوے اس حکم کے ہوتے ہوئے نامعلوم یہ دعویٰ کس طرح کیا جاتا ہے۔ کہ علی محمد (باب) کے ۱۲۶۶ھ ہجری میں مارے جانے کے بعد اس کی قبر حیفا میں بھی ۱۳۲۷ھ ہجری میں بنائی گئی۔ کیونکہ علی محمد (باب) تبریز میں مارے گئے تھے اور حیفا وہاں سے بہت دور کے علاقہ میں واقع ہے (دیکھو اہل بہاء کا رسالہ تسع عشریہ نطق ۱۶-۱۷ و مکاتیب عبد البہا ص ۲۹۲)

نماز جنازہ میں کیا پڑھا جائے

تیسری ہدایت جو جنازہ کے متعلق دی ہے۔ وہ یہ ہے کہ نماز جنازہ اس طرح پڑھی جاوے جس طرح بہاء اللہ نے خود تجویز کی ہے۔ چنانچہ پوری تفصیل اسکی بہاء اللہ نے اپنی کتاب ادعیہ محبوب صفحہ ۲۱۴-۲۱۵ میں درج کی ہے اور کتاب اقدس میں صرف یہ لکھدیا ہے "قد نزلت فی صلوۃ المیت ستۃ تکبیرات ... والذی عندہ علم القرأۃ لہ ان یقرء ما نزل قبلھا والا عفا اللہ عنہ" کہ نماز جنازہ کی چھ تکبیریں ہونگی۔ جو شخص پڑھنا جانتا ہو اسے چاہیئے کہ جو کچھ اس سے پہلے اتارا گیا ہے (اور کتاب ادعیہ محبوب ۲۱۴-۲۱۵ میں درج ہے) وہ پڑھے اور اگر نہیں جانتا۔ تو اسے معاف ہے۔

غسل میت کا کوئی ذکر نہیں

غسل میت کے متعلق بہاء اللہ نے کوئی ہدایت نہیں دی اور نہ کسی جگہ یہ ذکر کیا ہے کہ میت کو غسل دیا جاوے اس واسطے میت کا نہلانا اہل بہاء کے ہاں غیر ضروری ہے ؎

مردے کی انگوٹھی اور قبر کیسی ہو

میت کے دفن کرنے کے متعلق بہاء اللہ نے ایک ہدایت یہ بھی دی ہے کہ مردہ کو خاص قسم کے پُرتکلف طریقہ سے دفن کیا جاوے چنانچہ کتاب اقدس میں لکھا ہے "قد حکم اللہ فی دفن الاموات فی البلور والاحجار الممتنعۃ او الاخشاب الصلبۃ اللطیفۃ و وضع الخواتیم المنقوشۃ فی اصابعھم" کہ خدا نے حکم دیا ہے۔ کہ مردوں کو شفاف شیشوں اور نایاب پتھروں یا مضبوط اور لطیف لکڑیوں کے اندر دفن کیا جائے اور ہر مردہ کی انگلی میں ایک انگوٹھی پہنائی جاوے جس پر وہ الفاظ کندہ ہوں جو بہاء اللہ کی کتابوں میں اس کے واسطے درج ہیں غرض جس طرح بہاء اللہ کے دوسرے احکام شریعت اسلامی احکام کے خلاف ہیں اسی طرح دفن کفن کے احکام بھی اسلام کے مخالف ہیں ؎

ترکۂ میت کی تقسیم کس طرح ہوگی

میت کا ترکہ کس طرح تقسیم ہو اسکے متعلق بھی بہاء اللہ کی طرف سے کتاب اقدس میں عجیب قسم کی ہدایات دی گئی ہیں لکھا ہے "قد قسمنا المواریث علی عدد الزاء منھا قدر لذریاتکم من کتاب الطاء علی عدد المقت وللازواج من کتاب الحاء

علی عدد التاء و الفاء و للاٰباء من کتاب الزاء علی عدد التاء و الکاف و للامہات من کتاب الواو علی عدد الرفیع وللاخوان من کتاب الہاء علی الشین وللاخوات من کتاب الدال علی عدد الراء و المیم۔ و للمعلمین من کتاب الجیم عدد القاف و الفاء " کہ ہم نے ترکۂ میت کو تقسیم کیا ہے عدد الواؤ یعنی سات حصوں پر ایک حصہ اولاد کا۔ ایک حصہ میاں بیوی کا (اگر میاں مریگا تو بیوی لیگی اور بیوی مریگی تو میاں لیگا) ایک حصہ باپ کا۔ ایک حصہ ماں کا۔ ایک حصہ بھائیوں کا۔ ایک حصہ بہنوں کا۔ ایک حصہ استادوں کا اور ان حصوں کی تقسیم بحساب جمل یوں ہوگی۔

اولاد کا حصہ۔ کتاب الطاء علی عدد المقت یعنی پانچسو چالیس کا نواں حصہ = ۶۰

میاں بیوی کا حصہ۔ کتاب الحاء علی عدد التاء و الفاء یعنی چار سو اسی کا آٹھواں حصہ = ۶۰

باپ کا حصہ۔ کتاب الزاء علی عدد التاء و الکاف یعنی چار سو بیس کا ساتواں حصہ = ۶۰

ماں کا حصہ۔ کتاب الواو علی عدد الرفیع یعنی تین سو ساٹھ کا چھٹا حصہ = ۶۰

بھائیوں کا حصہ کتاب الہاء علی عدد الشین یعنی تین سو کا پانچواں حصہ = ۶۰

بہنوں کا حصہ۔ کتاب الدال علی عدد الراء و المیم یعنی دو سو چالیس کا چوتھا حصہ = ۶۰

استاذ کا حصہ۔ کتاب الجیم علی عدد القاف و الفاء یعنی ایک سو اسی کا تیسرا حصہ = ۶۰

اصل مقسم جو عدد المقت یعنی پانچسو چالیس۔ تقسیم ترکہ کے لئے بہاء اللہ نے تجویز کئے ہیں ان میں سے چار سو بیس بحصص متذکرہ بالا تقسیم کرنے کے بعد ایک سو بیس جو باقی رہ جاتے ہیں ان کی نسبت بہاء اللہ نے کتاب اقدس میں یہ لکھا ہے " انا لما سمعنا ضجیج الذریات فی الاصلاب زدنا ضعف ما لھم " کہ جب ہم نے باپوں کی پیٹھوں میں اولاد کی چیخ و پکار سنی۔ تو جو حصہ انکا اصل مقرر تھا اُس سے دوگنا حصہ ان کو اور دیدیا گویا اولاد کو جو حصہ اصل مقسم (۵۴۰) سے ساٹھ (۶۰) ملا تھا ان کے زیادہ شور کی وجہ سے ساٹھ کا دوگنا (۱۲۰) ان کو اور دیدیا ہے اور اس طرح تقسیم کو پورا کر دیا ہے بہاء اللہ کے نزدیک یہ تو اصل وارث تھے جن کو بہاء اللہ نے سب سے مقدم رکھا ہے۔

---

۱ بحساب جمل ز ا و کے سات عدد بنتے ہیں۔ منہ

۲ کتاب کے معنی اس جگہ حصہ کے ہیں اور مطلب یہ ہے کہ بحساب جمل طاء کے جتنے عدد بنتے ہیں ان کو مقت کے عددوں پر تقسیم کیا جائے تو اولاد کا حصہ نکل آئے گا اور یہی طریقہ دوسرے حصہ داروں کے حصص نکالنے میں استعمال ہوا ہے۔ یعنی جہاں جہاں علی کا لفظ آیا ہے علی سے پہلے عدد کو علی کے بعد کے عدد پر تقسیم کیا جائے تو حصہ دار کا حصہ نکل آتا ہے جو ہر حصہ دار کے سامنے درج کر دیا گیا ہے۔ منہ

لیکن[۱] "اگر کوئی شخص مرجائے اور اس کی اولاد نہ ہو تو اس کی نسبت بہاءاللہ نے یہ حکم دیا ہے کہ اولاد کا حصہ بیت العدل میں داخل ہوگا۔ اور اگر اولاد ہو مگر دوسرے ورثاء میں سے کوئی موجود نہ ہو تو کُل مال کی دو تہائی اولاد کو ملیگی اور ایک تہائی بیت العدل کو۔ اور اگر ان متذکرہ بالا ورثاء میں سے کوئی بھی موجود نہ ہو۔ مگر بھائیوں اور بہنوں کی اولاد موجود ہو تو ترکہ کا دو تہائی ان رشتہ داروں کو اور ایک تہائی بیت العدل کو۔ اور اگر یہ رشتہ دار بھی موجود نہ ہوں تو یہ دو تہائی ماں باپ کے بہن بھائیوں کو۔ اور ان کی عدم موجودگی میں ان کی اولاد کو۔ اور تیسرا حصہ بیت العدل کو۔ اور اگر ان میں سے بھی کوئی وارث موجود نہ ہو تو ساری کا سارا ترکہ بیت العدل کو ملیگا" اور یہ بات پہلے بیان ہو چکی ہے کہ بیت العدل ابھی تک قائم نہیں ہوا۔ اس واسطے یہ روپیہ یا تو بہاءاللہ اور اس کی اولاد کی جیب میں پڑتا رہا اور یا کسی کو بھی نہیں دیا جاتا رہا۔

رہائشی مکان اور پہننے کے کپڑے لڑکوں کو ملینگے نہ لڑکیوں کو

اس طریقہ تقسیم کے علاوہ جو بیان ہوا ہے۔ ایک ہدایت بہاءاللہ نے ترکہ میت کے متعلق یہ بھی دی ہے۔ کہ رہائشی مکان اور پہننے کے خاص کپڑے صرف لڑکوں کو ملینگے عورتوں کا اس میں کوئی حصہ نہ ہوگا اور نیز یہ کہ اگر کوئی شخص اپنے باپ کی زندگی میں مرگیا ہے۔ اور اس کی اولاد موجود ہے۔ تو وہ اولاد اس حصہ کی وارث ہوگی جو باپ کو ملنا تھا۔ چنانچہ کتاب اقدس میں لکھا ہے "وجعلنا الدار المسکونة والالبسة المخصوصة للذریة من الذکران دون الاناث.... ان الذی مات فی ایام والدہ ولہ ذریة اولئک یرثون ما لابیھم" کہ ہم نے رہائشی مکان اور پہننے کے خاص کپڑے صرف لڑکوں کے لئے ہی کئے ہیں عورتوں کا ان میں کوئی حصہ نہیں ہے۔ اور جو شخص اپنے باپ کی زندگی میں مرتا ہے۔ اور اسکی اولاد ہے۔ تو وہ اولاد اس حصہ کی وارث ہوگی جو اسے ملنا تھا۔

ترکہ کے متعلق وصیت کرنیکے وسیع اختیارات

ترکہ کے متعلق یہ ہدایات اور طریقہ تقسیم جو بہاءاللہ نے کتاب اقدس میں بیان کیا ہے۔ اس کے ساتھ بہاءاللہ کے بیٹے اور جانشین

---

[۱] حاشیہ۔ اصل عبارت کتاب اقدس کی اس حصہ ورثاء کی نسبت یہ ہے۔ "من مات ولم یکن له ذریة ترجع حقوقھم الی بیت العدل ... والذی له ذریة ولم یکن ما دونھا عما حدد فی الکتاب یرجع الثلثان مما ترکه الی الذریة والثلث الی بیت العدل ... والذی لم یکن له من یرثه وکان له ذوالقربیٰ من ابناء الاخ والاخت وبناتھما فلھم الثلثان والا للاعمام والاخوال والعمات والخالات ومن بعدھم وبعدھن لابنائھم وابنائھن وبناتھم وبناتھن والثلث یرجع الی مقر العدل ... ومن مات ولم یکن له احد من الذین نزلت اسمائھم من القلم الاعلیٰ ترجع الاموال کلھا الی المقر المذکور" چونکہ ترجمہ اس کا یہی ہے جو اوپر کردیا گیا ہے اس واسطے مزید ترجمہ کی حاجت نہیں ہے۔ منہ

اول عبدالبہاء نے یہ قید بھی لگائی ہے۔ کہ ورثہ کے اُن قواعد پر جو بہاء اللہ نے بیان کیئے ہیں اسی حالت میں عمل ہوگا جب مرنے والے نے کوئی وصیّت نہ کی ہو اگر اس نے وصیّت کی ہے۔ تو وصیّت مقدم ہوگی۔ چنانچہ عبدالبہاء کے مکاتیب کی تیسری جلد میں بصفحہ ۳۷۲ لکھا ہے "امّا مسئلہ میراث ایں تقسیم درصورتے ست کہ شخص متوفی وصیتے ننمائد آں وقت ایں تقسیم جاری گردد ولے ہر نفسے مکلّف بر وصیّت ست۔ حکماً وصیت نمائد و بحسب میل خودش ہر نوعے کہ بخواہد وصیّت کند دریں صورت شخص متوفی میدانے وسیع دارد کہ در زمان حیات خود بہر قسمی کہ میل دارد وصیّت نمائد تا مجری شود" کہ وراثت کے متعلق جو مسائل کتاب اقدس میں بیان کیئے گئے ہیں ان کے مطابق تقسیم ترکہ اسی صورت میں ہوگی کہ شخص متوفی نے کوئی وصیّت نہ کی ہو لیکن ہر شخص کو حکم ہے اور وہ مجاز ہے کہ جس طرح چاہے اپنی خواہش کے مطابق وصیّت کرے وصیّت کرنیوالا اپنی زندگی میں جسطرح چاہتا ہے وصیّت کرے اُس کے لئے کوئی روک نہیں"

مگر نہ بہاء اللہ کا بیان کردہ طریقہ تقسیم شریعت اسلامی کے مطابق ہے اور نہ عبدالبہاء کا یہ کہنا درست ہے کہ مرنیوالا جو چاہے وصیّت کرے۔ کیونکہ جس وصیّت سے وارثوں کے جائز حقوق کو نقصان پہنچیگا وہ کسی طرح بھی جائز نہیں ہوگی۔ غرض بہاء اللہ کی یہ وہ شریعت ہے جس کی وجہ سے اہل بہاء کا اسلام کے ساتھ کوئی تعلق نہیں رہا۔ اس شریعت کے ہوتے ہوئے جو شخص بھی یہ کہتا ہے کہ بہائی فرقہ۔ اسلامی فرقہ ہے۔ وہ یا تو بہائی ہے اور لوگوں کو دھوکا دینا چاہتا ہے اور یا وہ بے خبر ہے اور نہیں جانتا کہ اسلامی شریعت میں اور بہائی شریعت میں کیا فرق ہے ٭

قابل توجہ احباب

مضمون بالا۔ جناب مولوی فضل الدین صاحب وکیل کا عطیہ ہے جسمیں ناظرین کرام ملاحظہ فرمائینگے۔ کہ میرے معزز کرمفرما نے کس قدر محنت و قابلیّت کے ساتھ بہائیوں کے ان سربستہ رازوں کو فاش کر دیا ہے۔ جسے وہ آج تک پردہ خفا میں رکھتے آرہے تھے۔ مولانا موصوف نے ان کی مختلف کتابوں کا مختلف مقامات سے مطالعہ کرکے اقتباس دیدیا ہے اور دکھایا ہے کہ بہائیوں کا اصل مذہب کیا ہے۔ اور وہ اسلام سے کس قدر نہ صرف بُعد بلکہ صریح دشمنی رکھتے ہیں۔ اور ان کے مقتدا نے کوشش کی ہے (اگرچہ وہ ناکام ہی رہی۔ کیونکہ اس شریعت کا نفوذ کسی قوم کسی علاقے میں نہیں ہو سکا۔ حتیٰ کہ خود ان کا مرکز اور قبلہ بھی۔ اس سے خالی ہے جیسا کہ ہمارے دوستوں کا ایک وفد بچشم خود بھیجہ۔ عکہ حیفا میں دیکھ آیا ہے کہ وہاں کچھ بھی نہیں) کہ اسلام کا نام مٹا کر اسکی بجائے اپنا مذہب جاری کرے اور اپنے آپ کو الوہیت کلیہ و ربوبیت عامہ کے عرش پر مستوی دکھائے۔ اب جو بہائی کہی عام اخلاق کی

تشحیذ بک ایجنسی کی بہترین کتب

۱۔ براہین العقائد۔ فضلاء سلسلہ احمدیہ نے سات ارکان اسلام پر قرآن مجید سے عقلی دلائل دیئے ہیں ۸ر

۲۔ معارف القرآن حضرت خلیفۃ المسیح (الثانی) کے درس القرآن فی رمضان سے گیارہ پاروں کے نوٹ ۸ر

۳۔ مقصد مذہب۔ معرکۃ الآراء مضمون جو مذاہبی کانفرنس لاہور میں کل مذاہب کے نمائندوں کے سامنے پڑھا گیا ۱۲ر

۴۔ سلسلہ احمدیہ و تصوف۔ مذہبی کانفرنس ویمبلے لنڈن میں جو دو مضامین پڑھے گئے ان کا ترجمہ ۵ر

۵۔ مرزا احمد بیگ والی پیشگوئی۔ پیشگوئیوں کے متعلق اصول۔ پھر خصوصاً اس پیشگوئی کو خوب صاف کیا ہے ۶ر

۶۔ کمالات احمدیہ۔ مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری کے عمر بھر کے مایہ ناز اعتراضات شہادات مرزا کا دندان شکن جواب ۴ر

۷۔ مباحثہ سرگودھا۔ تحریری مباحثہ جو جناب سید محمد اسحٰق صاحب و مولوی ثناء اللہ صاحب کے مابین صداقت نبوت مسیح موعودؑ پر ہوا ۴ر

۸۔ التشریح الصحیح فی نزول المسیح۔ مسئلہ نزول مسیح کے متعلق تمام دلائل جمع کر دیئے ہیں۔ ۶ر

نوٹ:۔ آٹھوں کتابوں کے اکٹھے خریدار کو اڑھائی روپے (۲؍۸) میں یہ کتابیں دی جائینگی۔

مختلف ٹریکٹ

- آریہ سماجی و گاندھی جی ۲ر
- احمدی غیر احمدی میں فرق ۲ر
- مسیح موعود و امت محمدیہ {تائید الاسلام جون کا جواب} ۱ر
- اسلام کی ہمدردی فی تصویر ۲ر
- کفارہ ۱ر
- بطلان مسئلہ قدامت روح و مادہ ۱ر
- چند سکھ پیر بخشی رسالوں کا جواب ۱ر
- بانیٔ آریہ سماج کے اقوال میں تناقض ۲ر
- تبرا کا عدم جواز کتب شیعہ سے ۲ر
- احمدی عقائد بمقابلہ پیغامی عقائد ۲ر

نایاب کتابیں

۱۔ شیعہ کے بیس سوالوں کے جواب ۴ر

۲۔ پیغام حق ۳ر

۳۔ تحقیق امام آخر الزمان (کتب شیعہ سے احمدیت کی تصدیق) ۱۲ر

۴۔ مباحثہ بمبئی (مسئلہ نبوت مسیح موعودؑ پر) ۱۰ر

۵۔ فائل تشحیذ الاذہان ۱۴ء سے ۲۱ء تک {بیس روپے}

یہ رسالہ ہر انگریزی مہینے کی پانچ تاریخ قادیان دارالامان ضلع گورداسپور پنجاب سے شائع ہوتا ہے

الفضل سلسلہ احمدیہ کا مسلمہ آرگن

(ہفتہ میں تین بار)

یہ اخبار ہر منگل - جمعرات - ہفتہ - کو دارالامان سے شائع ہوتا ہے - اس میں حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہ کے خطبات جمعہ و دیگر تقاریر و کلمات طیبات بالالتزام چھاپے جاتے ہیں - اسلام و احمدیت کی تائید میں مضامین نکلتے ہیں - اور غیر مذاہب کی تردید و تنقید کی جاتی ہے - واقعات حاضرہ پر بحث ہوتی ہے - سلسلہ احمدیہ کے تمام مبلغوں - مناظروں اور صیغہ ہائے نظارت کے کاموں کی رپورٹ اور بیرونجات کے احباب کو مرکزی ہدایات پہنچانے کا واحد ذریعہ ہے اس اخبار کو اپنے نام جاری کرائیے اور گھر بیٹھے ایک حد تک دارالامان کی جنتی زندگی کے لطف اٹھائیے قیمت پیشگی لی جاتی ہے خواہ سہ ماہی ہی اوّلاً داخل کر دیجائے

اگر آپ پہلے سے خریدار ہیں - تو اپنے حلقہ اثر میں اس کی توسیع اشاعت کی کوشش فرمائیں ؛

مینیجر الفضل قادیان

ماہ فروری کا رسالہ ریویو وی پی ہوگا	سب احباب نوٹ کریں کہ رسالہ ریویو آف ریلیجنز بابت ماہ فروری تمام خریداران کے نام وی پی ہوگا بجز انکے

جو ۱۹۲۵ء کی قیمت پیشگی یا ۱۹۲۴ء کا بقایا جلسہ دسمبر پر جمع کرا گئے ہیں یا بذریعہ منی آرڈر بھیجدینگے ؛ (مینیجر ریویو)

اجرت اشتہارات اخبار الفضل

	صفحہ	اجرت	نصف صفحہ	اجرت
۱۲ بار	۱	۴۰ روپے	"	۲۲ روپے
۶ بار	"	۲۲ روپے	"	۱۲ روپے
۳ بار	"	۱۲ روپے	"	۷ روپے
۱ بار	"	۴½ روپے	"	۲½ روپے

فی سطر ۴ ضمیمہ دو صفحہ بالمقطع عـ